ان پر کتاب اتری بیانًا لکل شیٔ
تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

منکرین وسعت علم نبوی کا
علمی و تحقیقی محاسبہ

مخالفین کی 82 علمی وفنی غلطیوں کے انکشاف
اور 80 ضمنی فوائد سے مزین مجموعہ
162 علمی نکات پر مشتمل اہل علم کیلئے نایاب تحفہ

تحقیقات رضا کی روشنی میں

تقریظات

استاذ العلماء علامہ حافظ عبد الستار سعیدی (لاہور)
مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی (یوکے)
علامہ مفتی الیاس رضوی اشرفی (کراچی)
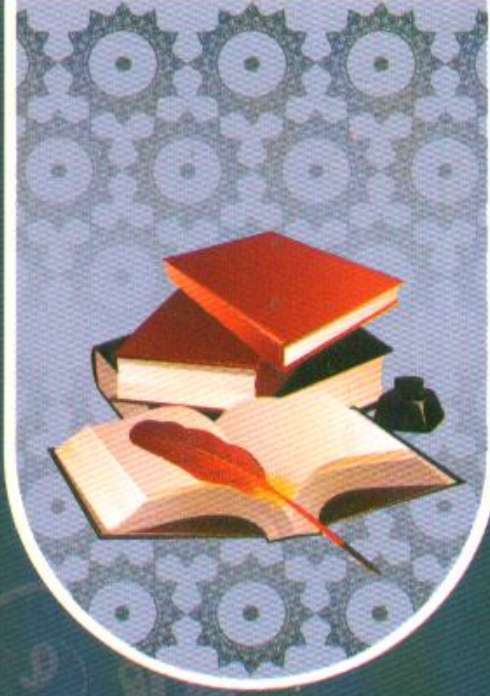
تحقیق

محمد منور عتیق فاضل دمشق

SunnaConnectPublications (UK)

نام کتاب: منکرین وسعت علم نبوی کا علمی و تحقیقی محاسبہ

مؤلف: علامہ صاحبزادہ محمد منور عتیق فاضل دمشق

نظر ثانی: مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی

علامہ مفتی الیاس رضوی اشرفی

علامہ مفتی وسیم اختر المدنی

علامہ صاحبزادہ احمد رضا سیالوی

علامہ عبد القادر القادری

سن طباعت: رجب المرجب ۱۴۳۴ ہجری بمطابق مئی ۲۰۱۳ء

ناشر: رابطہ اہل السنۃ (SunnaConnect)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو دین اسلام کے ان عظیم رہنماؤں اور قابل فخر ہستیوں کے نام کرتا ہوں جن کی پیہم محنتوں اور نا قابل فراموش شفقتوں کی بدولت مجھے علم دین کے دو حرف سیکھنے کو ملے

مرے والد حضور پیر طریقت حضرت علامہ محمد عبد اللہ عتیق نقشبندی

دامت بر کاتہم العالیة

جنہوں نے شوق علم کا بیج مرے سینے میں بو کر اسے مسلک اہل سنت کے درد کا پانی دیا

استاذ الاساتذۃ جامع المعقول والمنقول یادگار سلف علامہ غلام محمد تونسوی

دام فیضہ

جن کی صحبت میں رہ کر میں نے نحو، عقائد، فلسفہ اور منطق کی پیاس بجھائی، ان کے ہاتھوں دستار فضیلت کا شرف پایا اور سلسلہ بندیال وخیر آباد سے نسبت تلمذ کی سعادت حاصل کی

استاذی المکرّم شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی رسول بخش سعیدی دام ظلہ

جن کی علمی تربیت سے جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باہو ٹرسٹ (یوکے) کے زیر سایہ چار سال گزار کر بنیادی علوم سیکھے اور غزالی زماں کاظمی حضور علیہ الرحمہ کے نام اور کام کی شناسائی ہوئی

استاذی المکرّم ماہر معقولات مفتی یار محمد القادری دام ظلہ

جنہوں نے بے لوث محبتیں بخشیں اور معقولات میں قدم بڑھانے کا ذہن دیا

فخر المدرسین ماہر تدریس حضرت علامہ محمد دین سیالوی مدظلہ

جن کے زیر سایہ جامعہ نوشاہیہ (جہلم) میں بلاغت، اصول فقہ اور منطق میں استفادہ کیا

اظہار تشکر

میں مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دام فیضہ (مانچسٹر، یوکے)، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی الیاس رضوی اشرفی دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم نصرۃ العلوم، کراچی)، حضرت علامہ مفتی وسیم اختر المدنی دام ظلہ (رئیس دارالافتاء فیضان شریعت، سیلانی ویلفئیر ٹرسٹ، کراچی) اور علامہ صاحبزادہ احمد رضا سیالوی دام مجدہ (مدرس جامعہ نظامیہ، لاہور) کا صمیم قلب سے متشکر ہوں کہ انھوں نے اپنے گراں قدر وقت سے فرصت نکال کر اس رسالہ کی نظر ثانی فرما کر میری حوصلہ افزائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ میں مرشد خلائق حضور سیدی تاج الشریعہ مفتی اختر رضا الازہری دامت برکاتہم العالیہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بعض مقامات پر میری فنی رہنمائی فرمائی۔ بالآخر میں برادر مکرم حضرت مولانا عبدالقادر قادری دام ظلہ (کراچی) کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کمپوزنگ سے لے کر طباعت کے مراحل تک میرا پورا ساتھ دیا اور جن کی محنتوں ومحبتوں کے بغیر میرے لئے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچانا دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اہل علم کے فیوض وبرکات میں اضافہ فرمائے اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر انھیں دارین کی بھلائیوں سے ہمکنار فرمائے، آمین۔

التماس دعاء

اس کتاب کا مالی خرچہ میری والدہ محترمہ اور مرحومہ مختار بی بی حقانی کے اہل خانہ نے مل کر برداشت کیا، قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس کتاب کو پڑھتے وقت انھیں ضرور اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔

مشمولات

تقریظات علماء

(۱) شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ الاساتذہ، محقق فتاوی رضویہ

حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاضل نوجوان علامہ صاحبزادہ مفتی محمد منور عتیق ادام اللہ ظلہ کا یہ رسالہ دیکھ کر مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ انھوں نے ایک عظیم موضوع کو سپرد قلم کیا ہے۔ منکرین وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شبہات واعتراضات کا علمی محاسبہ کرنے کے ساتھ ساتھ فاضل موصوف نے امام اہل سنت اعلیحضرت عظیم المرتبت الشاہ مولانا امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کے مدعا اور استدلال کو بھی بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ رسالہ دراصل امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی تحقیقات کا خلاصہ ونچوڑ ہے اور بالخصوص ''إنباء الحي أنّ كلامه المصون تبيان لكل شيء'' کے مضامین کی تلخیص ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کاوش پر امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی روح خوش ہوگی۔ علماء کرام اور مدارس اہل سنت کے طلبہ اس رسالہ سے یکساں استفادہ کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالی فاضل نوجوان کی اس سعی کو شرف قبولیت بخشے اور انھیں مزید جذبے اور شوق کیساتھ دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ، لاہور (۹ مئی ۲۰۱۳ء)

(۲) استاذ الاساتذۃ، فخر العلماء

حضرت علامہ مفتی محمد الیاس رضوی اشرفی دام ظلہ

(مہتمم نضرۃ العلوم، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاضل گرامی قدر علامہ محمد منور عتیق زاد اللہ علمہ کا رسالہ ''منکرین وسعت علم نبوی ﷺ کا علمی و تحقیقی محاسبہ'' اگرچہ بظاہر صرف چند صفحات پر مشتمل ہے مگر حقیقتاً ہزاروں صفحات علم کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسمیں انھوں نے بڑی محنت سے امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ علم غیب سے متعلق بکھرے ہوئے علمی وفنی جواہر شائقین کیلئے ایک ہی جگہ جمع کردئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ اہل علم کے حلقے میں مقبول ہوگا۔ اللہ تعالی مولانا منور عتیق کی اس سعی کو قبول فرمائے اور انھیں مسلک اہل سنت کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مفتی محمد الیاس رضوی اشرفی (۲۸ مئی ۲۰۱۳ء)

(۳) عالمی مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دامت فیوضاتہ العالیہ

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ روناہی (انڈیا)، جنرل سیکٹری ورلڈ اسلامک مشن (یوکے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً ومصلیاً ومسلماً

میرے زیر مطالعہ اس وقت عزیز گرامی قدر مولانا محمد منور عتیق فاضل دمشق کی ایک کتاب ''منکرین وسعت علم نبوی ﷺ کا علمی وتحقیقی محاسبہ'' کا مسودہ ہے۔ اس کتاب میں فاضل موصوف نے امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی علم غیب اور وسعت علم نبوی سے متعلق تحریروں کا علمی وفکری محاکمہ پیش فرمایا ہے اور ان کے افاضات وافادات جمع فرمائے ہیں۔ نیز مخالفین وسعت علم نبوی کی ۱۶۲ علمی اور فنی غلطیوں کے انکشاف اور ضمنی فوائد پر مشتمل بصیرت افروز تبصرہ کے ذریعے ایک گراں قدر ارمغان علم پیش کیا ہے۔

آج کے دور کا المیہ یہ ہے کہ منکرین فضائل نبوی نے ایک بدیہی اور متفق علیہ عقیدہ کو نظری

اور متنازعہ بنا دیا ہے اور پراگندہ فکری کے ذریعہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن وسعت علم نبوی اور بالخصوص علم غیب مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو دھندلانے کی ناپاک کوشش کی ہے جس کے نتیجہ میں علم غیب مصطفیٰ پر بحث ومناظرہ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی ہے جبکہ آقائے دو جہاں علیہ التحیۃ والثناء کے وسعت علم غیب کا منکر قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ میں کوئی نظر نہیں آتا۔

مولانا محمد منور عتیق نے امام اہلسنت کے طرز استدلال کو بہت خوبصورت انداز سے واضح فرمایا ہے، امام اہلسنت جملہ فقہی وکلامی مسائل پر اصولی اور فنی گفتگو فرماتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ایسے قوانین وضع فرماتے ہیں جس سے صرف مسئلہ علم مصطفیٰ ہی پر استدلال نہ ہو بلکہ اسطرح کے جتنے مسائل پیش آئیں ان سب پر استدلال کیا جا سکے۔ متکلمین صرف عقلیات سے بحث کرتے ہیں ان کے مقابلے میں فقہائے اسلام صرف نصوص شرعیہ سے استدلال کرتے ہیں مگر امام اہلسنت کلامی اور فقہی جملہ مسائل میں پہلے اصول متعین فرماتے ہیں اور پھر عقل ونقل سے دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا ان کے وسعت علمی اور تبحر فکری پر بحر حیرت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے، وہی انداز اور اسلوب استدلال ہے جو متوسطین میں شیخ اکبر ابن عربی، امام غزالی، علامہ تقی الدین سبکی اور متاخرین میں مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرضوان نے اختیار فرمایا ہے مگر امام اہلسنت منفرد نظر آتے ہیں، ایسے موضوعات پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں ان پر اگر اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے نئی اور انتہائی وقیع بات کی ہے، انہوں نے جس عنوان پر قلم اٹھایا ہے اسے منزل کمال تک پہنچا دیا ہے اور قاری اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس سے بلند تر استدلال ناممکن ہے وہ اپنے نقطہ نظر کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ تمام مسائل کا حل بہت واضح طور پر سامنے آجاتا ہے وہ معترضین اور مخالفین کے دلائل کا قلعہ

خود ہی تعمیر فرماتے ہیں اور پھر اپنے دلائل کی منجنیق سے اسے ریزہ ریزہ کرتے ہیں۔
مولانا منور عتیق نے منکرین وسعت علم نبوی کے دلائل واہمہ کو نقل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ لوگ جہل مرکب میں مبتلا ہیں جسکا کوئی علاج نہیں:

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند　　　در جہل مرکب ابدالدہر بماند

امام اہلسنت کے طرز استدلال سے استفادہ کرتے ہوئے مولانا موصوف نے منکرین وسعت علم نبوی اور علم غیب نبی علیہ التحیۃ والثناء کے زلات ہفوات خدشات شبہات اور اعتراضات کے تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ امام اہلسنت علیہ رحمۃ الرضوان کا طریقہ استدلال اس اعتبار سے بہت منفرد ہے کہ وہ ادنی سے اعلیٰ پر دلیل قائم کرتے ہیں مثال کے طور پر حیات شہداء مسلم ہے شہداء کرام وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اپنی جانیں قربان کیں اگر وہ زندہ ہیں تو اس ذات کی حیات کا کیا عالم ہوگا جو دین لے کر آئے جب مشن پر جان دینے والے زندہ ہیں تو جن کا مشن ہو ان کی حیات سے انکار کیونکر ممکن ہے۔

جناب آدم علیہ السلام کو علم اسماء سے نوازا گیا اور قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا ﴿و علم آدم الاسماء کلھا﴾ اسماء کا وجود مسمیات کے بغیر ناممکن ہے اور جناب آدم علیہ السلام کو صرف علم اسماء ہی نہیں عطا فرمایا گیا بلکہ صبح قیامت تک ہر وہ شیء جس پر اسم کا اطلاق ہو اسکا تفصیلی علم عطا فرمایا گیا چنانچہ مفسرین نے بہت وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ "علم آدم الاسماء" سے مراد کائنات کے جملہ موجودات ان کے خواص ان کے اغراض و مقاصد ان کی ماہیت ان کے فوائد و نقصانات اور ان کے اثرات کا بھی تفصیلی علم عطا فرمایا گیا، ملاحظہ فرمائیں المفردات فی غرائب القرآن، علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی رضی اللہ عنہ ۱۲۱۷ تا ۱۲۷۰ اس آیت کریمہ کے تحت بہت سے مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اسکا

خلاصہ ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں کہ اس سے تمام موجودات عالم مراد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جملہ اسماء ماکان ومایکون ہیں۔حدیث شفاعت کا یہ حصہ انتہائی فکر انگیز ہے:

"انت ابو الناس خلقك الله بيده واسجد لك ملائكته وعلمك اسماء كل شيء فاشفع لنا عند ربك" (بخاری شریف)

شیخ طنطاوی جوہری نے تفسیر الجواہر میں اس آیت کی وضاحت ان لفظوں میں کی ہے:

"سخرت له السموات والارض والبر والبحر والروض والقطر والجبل والسهل فعلم الصفات وخواص المخلوقات"

یعنی صرف اسماء کا علم تفصیلی ہی نہیں دیا گیا بلکہ بر و بحر، صحراء وگلستان پہاڑوں اور وادیوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا گیا اور تسخیر کائنات کے بعد اسماء صفات اور خواص مخلوقات کا علم عطا فرمایا گیا۔

امام اہلسنت کے طرز استدلال سے استفادہ کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام کے وسعت علم کا یہ عالم ہے تو فخر آدم و بنی آدم افضل الرسل خلیفۃ اللہ الاعظم سیدنا محمد رسول اللہ کے وسعت علم کا کیا عالم ہوگا جن کے وسعت علم کی شہادت قرآن پاک کی درجنوں آیات مبارکہ دے رہی ہیں۔

مولانا منور عتیق زاد اللہ علمہ نے امام اہلسنت کے طرز استدلال سے مکمل استفادہ کرتے ہوئے ان کے دلائل وبراہین کو بہت واضح انداز سے اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ارباب علم کیلئے ایک عظیم تحفہ ثابت ہوگی۔

خاکسار محمد قمر الزماں اعظمی

سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن مانچسٹر انگلینڈ (۲۲-۳-۲۰۱۳)

کچھ مصنف کے بارے میں

نام: محمد منور عتیق ولد پیر طریقت حضرت علامہ محمد عبد اللہ عتیق نقشبندی، دربار عالیہ زاہد آباد شریف، چک نمبر۲، تحصیل چڑہوئی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر (مقیم برمنگھم، انگلینڈ)۔

پیدائش: ۱۹۸۵ء، برمنگھم یوکے۔

تعلیم: پرائمری، سکنڈری (الحراء اسلامک سکول، یوکے)، مکمل درس نظامی جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باہوٹرسٹ برمنگھم، یوکے ۱۹۹۸ تا ۲۰۰۵ء، درجہ عالیہ دمشق ۲۰۰۲ تا ۲۰۰۴ء (كلية الآداب، جامعة دمشق ؛ تخصص في الفقه، معهد الفتح الإسلامي)، مکالمہ ادیان ۲۰۰۸ تا ۲۰۱۰ء (کیمبرج یونیورسٹی، یوکے)، ایم اے اسلامیات (MA Islamic Studies) ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۹ء (برمنگھم یونیورسٹی، یوکے)، تخصص فی الفنون ۲۰۱۱ تا ۲۰۱۲ء (جامعہ نوشاہیہ، جہلم)، تخصص فی الفقہ والافتاء ۲۰۱۲ تا ۲۰۱۳ء (دار العلوم النعیمیہ، کراچی)۔

اساتذہ کرام: استاذ العلماء علامہ غلام محمد تونسوی (فاضل بندیال شریف)، شیخ الحدیث علامہ رسول بخش سعیدی (فاضل جامعہ نظامیہ لاہور)، علامہ عبد العزیز نقشبندی کشمیری (فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد)، مفتی یار محمد القادری (فاضل جامعہ نظامیہ)، مفتی پاکستان حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن (دار العلوم النعیمیہ، کراچی)، علامہ قاری امیر چشتی ازہری (فاضل جامعۃ الازہر مصر)، حضرت علامہ محمد دین سیالوی (فاضل بندیال شریف)، الشیخ السید محمد ابوالہدی الیعقوبی (دمشق الشام)، الشیخ عدنان درویش (دمشق)، علامہ مفتی وسیم اختر المدنی (کراچی) وغیرہم۔

اجازات علوم وسلاسل: والدی ماجد پیر طریقت علامہ محمد عبد اللہ عتیق نقشبندی (خلافت سلسلہ نقشبندیہ)، تاج الفقہاء شاہ عبد الحق بندیالوی (خرقہ خلافت سلسلہ صابریہ امدادیہ واجازت حدیث، بندیال شریف)، شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف القادری رحمہ اللہ (اجازت حدیث مع وکالت، خلافت سلاسل)، پیر طریقت مفتی منظور احمد فیضی رحمہ اللہ (اجازت حدیث)، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری (اجازت سلسلہ قادریہ رضویہ واجازت حدیث)، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی اعظمی (اجازت حدیث)، محدث حجاز السید محمد بن علوی مالکی مکی (اجازت حدیث)، نقیب الاشراف السید محمد فاتح الکتانی (دمشق، اجازت حدیث)، السید مالک العربی السنوسی (مدینہ طیبہ، اجازت حدیث)، السید ادریس الکتانی بن شیخ الاسلام محمد بن جعفر الکتانی (مغرب، اجازت حدیث)، السید عبد الرحمٰن الکتانی بن المحدث الکبیر السید عبد الحی الکتانی (مغرب، اجازت حدیث) وغیرہم۔

کتب ورسائل: اردو عربی اور انگریزی میں متعدد تحقیقات کر چکے ہیں، جن میں سے اکثر ان کی ویب سائٹس پر موجود ہیں۔ چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں: الفتح القوي في أسانيد الشيخ علي السنديلوي (عربی، مطبوع)، تقاريظ علماء الشام القديمة على الدولة المكية (عربی، مطبوع)، مسئلہ افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسلک اعلحضرت (اردو، مطبوع)، Imam Ahmad Raza's Role in the Defence of Sufism (انگریزی مقالہ موضوع: امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور دفاع تصوف عملی واعتقادی،

مطبوع)، Apologetics and Polemics in Medieval Islamic Scholarship: A Study to the Biographical Notice to Abu Hanifah in Tarikh Baghdad (انگریزی مقالہ برائے ایم اے اسلامیات موضوع: خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے ترجمے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، غیر مطبوع)، مسئلہ امکان کذب اور اعلحضرت کا قلمی حاشیۃ المسایرۃ (اردو مقالہ مطبوعہ ماہنامہ الجامعۃ الاشرفیۃ، انڈیا)، Knowledge of the Unseen Theology: Arguments on the Scope of Prophetic Knowledge (انگریزی مقالہ، موضوع: مسئلہ علم غیب کے بارے میں علماء اسلام کے مواقف اور دلائل کا تحقیقی وفنی تجزیہ، مطبوع)، Basics for Calculating Salah Timings (انگریزی مقالہ، موضوع: اوقات نماز نکالنے کے طریقے؛ خلاصہ ''رہنمائے توقیت'') وغیرہا۔

تحریری مباحث ومناظرے: ''امکان کذب'' (انگریزی، بجواب دیوبندی مسلک فکر)، ''امتناع نظیر'' (انگریزی، بجواب دیوبندی مسلک فکر)، ''علامہ فضل حق خیرآبادی اور اسماعیل دہلوی'' (انگریزی، بجواب دیوبندی مسلک فکر)، ''اصول تکفیر'' (انگریزی میں ۳ تحریری تنقیدات وتعاقبات، بجواب مقالہ شیخ نوح حم کلر)، ''دفع الشبهات عن علم أعلم المخلوقات'' (جوابات اعتراضات، دیوبندی مسلک فکر)۔

علمی و تبلیغی مصروفیات: تحقیق شعبہ عربی و اسلامی کتب (یونیورسٹی آف برمنگھم یو کے ۲۰۰۹ تا ۲۰۱۱ء)، تدریس اللغۃ العربیۃ (مانچسٹر)، تدریس درس نظامی (جامعہ اسلامیہ سلطان باہو ٹرسٹ، برمنگھم)، یو کے بھر میں تبلیغی سفر، ہفتہ وار عوامی درس (OpenDurus)، خطابت جمعۃ المبارک، تحریر کتب و رسائل۔

ویبسائٹ: Facebook.com/shaykhmonawwar, www.scholarsink.wordpress.com, www.scholarspen.blogspot.com www.sunni-media.co.uk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہیدی کلمات

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على أكرم نبي أرسل بباهر الآيات ومحكم البراهين، سيدنا محمد جامع علوم الأولين والآخرين، وعلى آله وأصحابه قادة الدين، وبعد:

اسلامی عقائد کا ایک ادنی طالب علم ہونے کی حیثیت سے اختلافی مسائل اعتقادیہ میں نظر وفکر کرنے سے مجھے بہت دلچسپی ہے؛ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں کسی کو مجہول نظری تک پہنچانے کی جستجو، مخالفین کے دلائل پر نقض ومعارضہ اور اپنے دعوی سے دفع اعتراضات کے ذریعے حق کو واضح کرنے کی خالص کوشش سے مجھے دلی لگن ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تقریباً آٹھ سالوں سے الحمد للہ انٹرنیٹ Internet پر مسلک اہل سنت وجماعت کی عربی اردو اور انگریزی میں تحریری خدمت کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہے اور اپنی ویب سائٹس

www.scholarsink.wordpress.com

www.scholarspen.blogspot.com

پر مختلف علمی مضامین تحریر کرنے سے ہزار ہا پڑھنے والوں کو حقانیت اہل سنت کی طرف متوجہ کرنے کی توفیق ربانی حاصل ہے۔ اس عرصہ میں بعض اہل عرب ودیوبندی طلبہ وعلماء بھی فقیر سے تحریری مکالمہ میں مصروف ہوئے جس کے نتیجے میں فقیر کو امتناع نظیر، امکان کذب اور مسئلہ تکفیر وغیرہا علمی موضاعات پر اکثر انگریزی زبان ہی میں

علمائے اہل سنت کے نظریات کی ترجمانی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان مسائل میں ایک مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے جو زیر بحث آیا۔ 2011ء میں فقیر نے چالیس بڑے صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ "Knowledge of the Unseen Theology" اس موضوع پر تحریر کیا جس میں شہر فاس کے عظیم محدث اور قطب السید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) کی کتاب "جلاء القلوب من الأصداء الغينية ببيان إحاطته صلّى الله عليه وسلّم بالعلوم الكونية" (دلوں کو غلبہ خواہشات کے زنگ سے ستھرا کرنے والی کتاب اس مسئلہ کے بیان میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم کائنات کا احاطہ حاصل ہے) کے اہم مضامین اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد تصانیف و بنیادی تعلیمات اور دیو بندی علماء کی تحریرات وموقف نیز مسئلہ علم غیب کی اختلافی واجماعی حدود کو واضح کرتے ہوئے دلائل موافقین ومخالفین کے تعارف کا موقع ملا۔ اس تحقیق کا خلاصہ یہ تھا کہ جو نظریہ اس مسئلہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دلائل کیساتھ قلمبند فرمایا، وہ وہی نظریہ ہے جسے امام کتانی علیہ الرحمہ نے "جلاء القلوب" میں محققین کا نظریہ قرار دیا ہے۔ الحمدللہ یہ مقالہ مقبول خاص وعام ہوا اور اہل ایمان کیلئے باعث تسکین بنا۔ بعض دیو بندی علماء نے حسب عادت نقض ومعارضہ پیش کیا تو فقیر نے ایک دوسرا تفصیلی مقالہ ان کے جواب میں تحریر کیا جس کا نام:

"دفع الشبهات عن علم أعلم المخلوقات"

(Dispelling False Notions)

رکھا۔ یہ دونوں مقالے میری ویب سائٹ:

www.scholarsink.wordpress.com پر موجود ہیں۔

الحمدللہ جب میرے جوابات اور اعتراضات کا جواب مخالفین سے نہ بن پڑا تو بجائے کسی ایک بات کو مکمل کرنے کے انہوں نے بہت سے پہلوؤں کو ایک ساتھ چھیڑنے کی کوشش کی تاکہ کسی بھی مسئلہ پر سیر حاصل بحث نہ ہو سکے۔ بہرحال، ان دو مقالوں کو لکھتے وقت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کو تفصیل سے قلمبند کرنے میں ان کی پانچ تصانیف کا بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور وہ یہ ہیں:

"الدولة المكية مع الفيوضات الملكية"، "إنباء الحی"، "إنباء المصطفى"، "خالص الاعتقاد"، اور "إزاحة العيب"۔

فقیر نے ان تصانیف سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور محققین اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور دلائل اپنے دونوں مقالوں میں پیش کیے، اس دوران ایک ضرورت محسوس ہوئی کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مخالفین کے اعتراضات کے جو جوابات ان تصانیف میں قلمبند فرمائے ہیں ان کو یکجا کیا جائے تاکہ شائقین کے لئے ایک عظیم تحفہ ہو، اسلئے میں نے یہ رسالہ ابتداء بتوفیق اللہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں ترتیب دیا اور بعد میں مفید اضافے کئے اور بڑی محنت کے بعد اہل علم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اسمیں کوشش کی گئی ہے کہ ان ساری وجوہ کو اکٹھا کیا جائے جن سے ہمارے مخالفین مسئلہ وسعت علم نبوی میں غلطی کرتے ہیں اکثر وجوہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتب ہی سے لی گئی ہیں اگرچہ بعض جگہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین

مرادآبادی کی "الکلمة العلیا لإعلاء علم المصطفی صلّی اللّٰه علیه وسلّم" اور بعض دیگر علمائے اہل سنت کی تحریروں سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح کی کاوش اپنی نوعیت میں منفرد ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس تحریر کے متعدد مقاصد ہیں:

(1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع علوم پر اعتراض کرنے والوں کا خالصۃ علمی وتحقیقی محاسبہ تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان علم کو اجاگر کرنے کیساتھ مخالفین کے منشاء غلطی کا انکشاف ہو جائے۔

(2) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کے مدعا وموقف کا تعارف اور طرق استدلال وطریقہ دفع اعتراضات کو اجاگر کرنا۔ ان کے بہت سے مخالفین ان کے موقف کو نہ پڑھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں جس وجہ سے وہ غلط فہمیوں کا شکار رہتے ہیں۔

(3) امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر بکھرے جواہر پاروں اور علمی فوائد کو یکجا کرنا تا کہ تھوڑے وقت میں قارئین کو تعلیمات امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھرپور فائدہ ہو۔

(4) قارئین کو ترغیب ہو کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف کا بغور مطالعہ کریں اور کوشش کریں کہ اول تا آخر ان کو پڑھیں۔ پھر اِن میں اہل علم حضرات اس رسالہ کی طرح کئی اور رسائل تحریر فرمائیں جن میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فوائد علمیہ کو جمع کرکے ہدیۂ ناظرین کریں۔

(5) امید ہے کہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیق کرنے والے ارباب ذوق

کیلئے یہ رسالہ ایک مختصر و جامع نصاب ہو جس کے مدنظر دلائل و مسائل کی وہ تحقیق کر سکیں، وباللہ التوفیق۔

اس تحقیق کی تقسیم تین حصوں (مقاصد) میں کی گئی ہے:

مقصد اول: میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے (الف) وسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق موقف و مدعا کو واضح کیا گیا ہے (ب) اور ان کے طریقہ استدلال (methodology of inference) کی انفرادیت و جامعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مقصد دوم: میں عموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مخالفین کے وارد کردہ ۶۳ شبہات اور اعتراضات کے تحقیقی اور فنی جواب دیئے گئے ہیں اور ۴۷ ضمنی فوائد سے اسکی افادیت کو بڑھایا ہے۔

مقصد سوم: میں خاص قرآن مجید کی آیت مقدسہ:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: 89].

کے عموم کے خلاف پیدا ہونے والے انیس (۱۹) اعتراضات و شبہات کا جواب دیا گیا ہے اور چھ (۶) ضمنی فوائد سے اس مقصد کو جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقصد اول:

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقف اور طریقہ استدلال کا بیان

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقف کا بیان

قرآن کریم کی متعدد آیات بینات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں احادیث طیبہ اور محققین علماء اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے نبی آخر الزماں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت وفضیلت کے حوالے سے اپنا اعتقاد دو جدا پہلوؤں سے بیان فرمایا ہے۔

پہلا پہلو: علم ما کان وما یکون

اسکی تفصیل وتنقیح یہ ہے کہ اللہ ذات قدیر نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از وصال، نزول قرآن کی تکمیل کیساتھ ہی مخلوق (یعنی ممکنات موجودۃ بالفعل، عالم کون) کے سارے اگلے پچھلے احوال و واقعات از ابتدائے خلق تا انتہائے خلق یعنی ما کان وما یکون سے تفصیلا مطلع فرمایا۔ یہ وہی علوم ہیں جو لوح محفوظ میں موجود ہیں اور سارے کے سارے متناہی ومحدود ہیں۔ یہ علم کلیۃ ایک ہی دفعہ آن واحد میں نہیں دیا گیا بلکہ تدریجا یعنی درجہ بہ درجہ دیا گیا اور اسکی تکمیل قرآن کریم کی تکمیل کے وقت ہوئی۔("الدولة المكية"، ص ٨٤).

اس پہلو کا مفاد یہ ہے:

۱۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کیلئے علم ما کان وما یکون کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ اتنے کثیر ووافر علم کا اعتقاد رکھتے ہیں جس سے عالم کہنا کافی ہو یعنی قدر معتد بہ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا سے ہی حاصل تھا؛ کیونکہ نبی کا معنی غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔اس درجہ میں چند چیزوں کا نہ جاننا غیب دانی کے منافی نہیں جیسے شیخ الحدیث لکھوانے والے کیلئے ضروری نہیں کہ ہر ہر لحہ وہ ہر ہر حدیث جانتا ہو بلکہ مراد ایسا عالم حدیث ہے جو قدر معتد بہ کو جانتا ہو اگرچہ کئی احادیث اسے معلوم نہ ہوں یہ اسکے دعوی شیخیت کے منافی نہیں سمجھا جاتا۔دیکھئے ہر مسلمان کو دین کی کچھ باتوں کا علم ہوتا ہے مگر ہر مسلمان کو عالم نہیں کہا جاتا۔عالم وہی مسلمان ہے جو دین کے قدر معتد بہ کو جانتا ہو، ہر ہر بات کا تفصیلی وکلی علم عالم ہونے کیلئے ضروری نہیں۔ہمارے امام اعظم وامام مالک علیہما الرحمہ نے کئی مسائل میں "لا ادری" فرمایا جوان کے عالم ہونے کے منافی نہیں۔

۲۔وصال مبارک سے پہلے، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے مخلوقات وعالم کون میں سے کوئی امر متناہی مخفی نہ رہا جسے آپ نہ جانتے تھے۔

۳۔اس علم ما کان وما یکون میں امور غیر متناہیہ مثل ذات وصفات باری تعالیٰ تو سرے سے داخل ہی نہیں کیونکہ ان کا تعلق کون وخلق سے نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ما کان وما یکون کے اعتبار سے ہی احاطہ تامہ حاصل تھا۔("الدولۃ المکیۃ"، ص ۸۳)

۴۔اسی طرح جو ممکنات ازلا ابد معدوم ہیں اور جمیع ممتنعات بھی ما کان وما یکون میں داخل نہیں کہ یہ امور غیر متناہیہ ہیں اور موجودات بالفعل نہیں۔

۵۔جمیع امور ماورائے قیامت واحوال جنت ودوزخ بھی اس علم اقدس میں فرداً فرداً شامل نہیں؛ کیونکہ یہ بھی امور غیر متناہیہ بالفعل ہیں۔

۶۔اس پہلو (ما کان وما یکون) کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی بالفعل اور محدود ہے مگر اپنی حد ذات میں کثیر وعظیم ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک تمام جہات ستہ میں بند تمام حرکات وسکنات ولحظات کا علم اسمیں محصور ہے۔

("الدولة المكية"، ص ۱٤۲۔ ٤۳؛"نزہۃ القاری"،۱:۳۲۶،۲:۳۱۵)۔

دوسرا پہلو: علم ماورائے ما کان وما یکون

اسکی تشریح یہ ہے کہ جن علوم کا تعلق امور غیر متناہیہ سے ہے (ذات وصفات الٰہ، ممکنات معدومہ، ممتنعات، اعداد کے سلسلے، احوال ماورائے قیامت جیسے انفاس اہل جنت وجہنم ونعیم جنت وعذاب دوزخ وساعات ابد) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے بھی تدریجا بقدر متناہی دیئے جاتے تھے، اب بھی دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے ان کی عطا میں ترقی ہوتی رہے گی۔ جتنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے حصہ ملتا ہے ہمیشہ متناہی ہی ہوتا ہے؛ کیونکہ ذات متناہی صرف متناہی کا ہی ادراک کرسکتی ہے، ذات متناہی کا غیر متناہی بالفعل کا احاطہ کرلینا شرعاً وعقلاً باطل ہے۔

("الدولة المكيّة والفيوضات الملكيّة"، ص ٤٠ "إنباء الحي"، ص ٣٦٧).

اس پہلو کا مفاد یہ ہے:

۱۔اللہ تعالی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الترقی امور غیر متناہیہ کا علم متناہی عطا فرماتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم معارف ذات وصفات باری تعالی وغیرہا کے بارے میں ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔

۲۔اس پہلو کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک کسی حد پر نہیں رکتا۔

اسے بلفظ فنی ''علم غیر متناہی بمعنی لاتقفی عند حد'' کہا جاتا ہے۔ ہاں ہر وقت جو آپ کو علم حاصل ہوتا ہے وہ ہمیشہ متناہی بالفعل ہی ہوتا ہے۔

("الدولة المكيّة"، ص ۱۳۳)

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے اعلم ہیں کہ کسی نبی مرسل یا فرشتہ بلکہ لوح محفوظ وقلم اعلیٰ میں بھی وہ علوم نہیں جو سینہء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ودیعت کیے گئے ہیں۔

۴۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے امور غیر متناہیہ بالفعل کے بارے میں کسی مخلوق کیلئے بھی ہرگز احاطہ کا دعویٰ نہیں کیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے علوم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے کہ انمیں مساوات ہو جائے اور نہ ہی مخلوق میں صفت علم باری تعالیٰ کا انتقال ممکن ہے کیونکہ وہ ذاتی، قدیم اور غیر متناہی ہے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ''ما کان وما یکون'' کے علاوہ ایسے علوم ومعارف عطا فرمائے ہیں جن کی حد بندی کسی مخلوق کیلئے بالفعل ممکن نہیں۔ یا دینے والا جانے یا لینے والا جانے۔ البتہ ہر زمانے میں علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدار کو کوئی عدد ضرور عارض ہوتا ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

("الدولة المكيّة"، ص ۱۳۳؛ ''فتاوی شارح بخاری''، ۱:۴۶۳)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل عقائد کی نسبت کی اپنی ذات سے نفی فرما کر بتایا کہ اگر کوئی آدمی ان میں سے کوئی ایک بھی ان کی طرف منسوب کرے محض

جھوٹا ہے:

۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی ہے۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں صرف قدم وحدوث کا فرق ہے۔

۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کی جمیع معلومات کو محیط ہے سوائے اسکی ذات وصفات کے۔

۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع امور غیر متناہیہ کو بالفعل محیط ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے صراحتًا ان چار عقائد کا رد کیا ہے۔

(''خالص الاعتقاد''، فتاوی رضویہ ۲۹:۴۳۴؛ ''الفیوضات الملکیۃ''، ص ٤١)

افسوس ہے ان مہربانوں پر جنھوں نے امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے ان عقائد کو آپ کی ذات کی طرف منسوب کیا جبکہ کہیں بھی کتب امام میں انکا سراغ نہیں ملتا۔

تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شان انفرادیت

مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیق کرنے والا ہر منصف اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو طرز استدلال اس موضوع پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے پیش کیا ہے وہ کسی اور سے نہیں ملتا۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی:

''الکلمة العلیا لإعلاء علم المصطفی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم''

بلاشک اپنی جامعیت واختصار کے لحاظ سے ایک نہایت اہم بنیادی مصدر ہے جسمیں

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۸ھ تک لکھی گئی مخالفین کی ۱۷ کتب ورسائل میں کئے گئے سارے مرکزی اعتراضات کے جوابات بڑی متانت وسنجیدگی کے ساتھ تحریر فرمائے لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی صرف ایک ہی تصنیف یعنی "الدولۃ المکیۃ" کو دیکھ لینے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اپنے مدعا کے دلائل کی تقریر جس علمی انداز میں امام اہل سنت رحمہ اللہ نے کی ہے وہ ان ہی کا خاصہ ہے۔ جس کی مثال آئندہ صفحات میں آنے والی ہے۔ قطب مغرب علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ کی:

"جلاء القلوب من الأصداء الغينيّة

بإحاطته صلّى الله عليه وسلّم بالعلوم الكونية"

(دلوں کو غلبہ خواہشات کے زنگ سے ستھرا کرنے والی کتاب اس مسئلہ کے بیان میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم کائنات کا احاطہ حاصل ہے)

اس مسئلہ میں بھی ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں بے شمار دلائل قرآن وحدیث، اقوال اور واقعات علماء واولیاء کو یکجا کیا گیا ہے لیکن جو اسلوب تحقیق اور قوت استدلال امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ہے وہ کسی کا نہیں۔ اس بات کا اعتراف محدث شام السید محمد الیعقوبی الحسنی مدظلہ نے بھی ایک ملاقات میں فرمایا، آپ دمشق میں شیخ الحدیث ہیں اور سید محمد جعفر الکتانی علیہ الرحمہ کے پوتے شاگرد بھی۔ مجھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ "جلاء القلوب" میں حوالہ جات اور دلائل کی کثرت پائی جاتی ہے مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ "الدولۃ المکیۃ" میں استدلال کی قوت اور انفرادیت ملتی ہے پھر فرمایا ان اکابر کا مشرب ایک ہی ہے جس سے یہ سیر ہوئے ہیں۔ فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ "جلاء القلوب" میں صوفیانہ رنگ غالب ہے اور

اعلیٰ حضرت کی تصنیف میں عالمانہ رنگ غالب ہے۔علامہ جلیل السید عصام عرار حسنی دمشقی دام ظلہ جوامام کتانی کے فرزند محدث کبیر سید محمد مکی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے درس علم میں ۱۷ سال سے زائد عرصہ رہے نے ۲۰۰۶ء میں اپنے گھر میں ملاقات کے دوران فقیر کو یہ فرمایا کہ "جلاء القلوب" میں اہل حقیقت کے مشرب کو بیان کیا گیا ہے اور اسمیں صوفیانہ لہجہ کے غلبہ کا باعث مصنف کی شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے بے پناہ لگن ہے۔یہی بات امام کتانی علیہ الرحمہ کے آخری بیٹے السید الدکتورادریس الکتانی (مقیم شہر رباط،المغرب) نے فقیر سے ۲۰۱۰ء میں اپنے گھر میں ملاقات کے دوران فرمائی۔ الحمد للہ فقیر کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ان مذکورہ شخصیات کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی "الدولة المكية" اوران کے نظریئے سے متعارف کرایا اور سب نے اعتراف کیا کہ جوامام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ میں نظریہ ہے وہی محققین کا نظریہ ہے۔

''جلاء القلوب'' اور ''الکلمۃ العلیا'' کا مطالعہ کرنے سے ہر ذی شعور اس بات کو جان سکتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا معتقد و معتمد وہی ہے جو ائمہ محققین کا ہے۔اسی مذہب (عموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی بابت امام محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جلاء القلوب میں تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفرقة تقول إنّه عليه الصلوة والسلام لم يخرج من الدنيا حتى أطلعه الله تعالى عليهما (أي الخمس والروح) وعلى غيرهما من كل ما أبهمه عنه وأخفاه من كل ما ينبغي لمثله ويليق بعزته وعلاه آخذا بالعمومات الآتية في القسم الثالث وهذا هو مذهب المحققين من العلماء، وجزم به كثير

من ارباب الخصوصية والأولياء، وهذا هو الحق الذى لا مرية فيه لمنصف، ولا يعدل عنه بعد الوقوف على ما فى هذه الرسالة إلا متوان أو مستغفل"
(جلاء القلوب، ج ۱:۱۹۲)

یعنی ''ایک گروہ علماء یہ کہتا ہے کہ [علم غیب کے موضوع سے متعلق] تیسری قسم کے آنے والے ''دلائل عموم'' کی بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے جانے سے پہلے اللہ تعالی نے ان کو علوم خمسہ اور روح کا علم دیا اور ان کے علاوہ ہر اس چیز کا علم دیا جو اس سے پہلے ان سے مخفی و مبہم رکھا جو ان کی شان کے مناسب اور عزت و بلندی کے لائق تھا، یہی علماء محققین کا مذہب ہے، اور اسی موقف پر کثیر اولیاء اللہ وارباب خصوصیت نے جزم فرمایا، اور یہی وہ حق ہے جس میں کسی انصاف پسند آدمی کیلئے کوئی شک کی گنجائش نہیں اور اس رسالہ کے دلائل جاننے کے بعد اس مذہب سے سوائے ضدی یا جان بوجھ کر غفلت کرنے والے آدمی کے کوئی بھی آدمی نہ پھرے گا''۔

قارئین کو معلوم ہوگا کہ یہ وہی موقف ہے جس کا ساری زندگی امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دفاع کیا اور اس پر بے مثال ولاجواب کتب و رسائل تحریر فرمائے جن میں سب سے زیادہ شہرت "الدولة المكيّة بالمادّة الغيبيّة" (۱۳۲۳ھ) کو ہوئی کہ بلاد عرب و عجم کے ۸۰ سے زائد اکابر مفتیان اسلام نے اس کی شان میں تقریظیں لکھیں اور یہ کتاب مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام شریف اور لبنان کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی زندگی میں ہی پہنچ گئی تھی (تفصیل ملاحظہ ہو "تاريخ الدولة المكيّة"، عبد الحق انصاری)۔ اس مسئلہ پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی دیگر نایاب علمی تحقیقات یہ ہیں:

"إنباء الحي أنّ كلامه المصون تبيان لكل شيء"

(عربی، متداول، سب سے ضخیم تحقیق یہی ہے)

"خالص الاعتقاد" (اردو، متداول)

"إزاحة العيب بعلوم الغيب" (اردو، متداول)

"مالیء الجيب بعلوم الغيب" (اردو، غیر متداول)

"الصمصام" (اردو، متداول)

"إنباء المصطفى بحال سرّ وأخفى" (اردو، متداول)

"اللؤلؤ المكنون في علم البشير ما كان وما يكون" (اردو، غیر متداول)

مسئلہ علم نبوی میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے امتیازی طرز استدلال کی مثال

قرآن مجید کی اس آیت:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: 89].

ترجمہ: "ہم نے تم پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان"۔

کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے وسعتِ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنے مدعا کی بنیاد قرار دیا ہے۔ "الدولة المكية" (ص ۱۱۷) میں تمام دلائل و جزئیات واقوال عموم کو اسی "آیت کے انوار کی تابش" قرار دیا اور پھر ایک مستقل تصنیف "إنباء الحي أنّ كلامه المصون تبيان لكل شيء" اس کی تفسیر کے متعلق تحریر فرمائی جس میں بعض ہم عصر علماء کے اعتراضات کے جوابات تفصیل سے تحریر فرمائے۔ اس آیت

کے عام ہونے کی بناء پر اس سے وسعت علم نبوی پر یوں استدلال فرماتے ہیں ("الدولة المكيّة"، ص ۷۵):

☆ قرآن مجید کو اس آیت نے صرف بیان نہیں بلکہ تبیان یعنی روشن بیان فرمایا اور عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے۔ تو یہ قرآن صرف بیان نہیں بلکہ خوب روشن بیان ہے۔

☆ بیان کرنے کیلئے ایک بیان کرنے والا چاہیے اور دوسرا جس کیلئے بیان کیا جائے۔ تو بیان کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس کیلئے یہ روشن بیان ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

☆ قرآن مجید کس کا روشن بیان ہے؟ ہر "شیء" کا۔ اور "شیء" کا استعمال علماء اہل سنت کے نزدیک ہر موجود کیلئے ہوتا ہے تو جب قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر چیز کا روشن بیان ہوا تو ہر ہر موجود کا روشن بیان ہوا، اور موجودات میں کیا کیا داخل ہے؟ عرش سے لے کر فرش تک، مشرق سے لے کر مغرب تک کی ذاتیں، حالات، حرکات، سکنات، پلک کی جنبش، دلوں کے ارادے اور ان کے سوا جو کچھ بھی لوح محفوظ میں رقم ہے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے؛ کیونکہ لوح محفوظ بھی تو ایک چیز (شیء) ہے اور لوح محفوظ میں کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ﴾ [القمر: 53].

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ [يس: 12]

اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ روز اول یعنی ابتداء پیدائش سے لے کر روز آخر یعنی

قیامت قائم ہونے تک جو کچھ ہوا ہے یا ہوگا سب لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ تو لازماً لوح محفوظ کی تفصیلات ومحتویات کا علم اس آیت کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

☆ روز اول سے روز آخر تک کا علم المخلوقات دو حدوں میں محدود ومتناہی ہے اور اسی علم کو ماکان ومایکون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی کا احاطہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مانتے ہیں اور اس اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے موقف کی تقویت کیلئے اسی سے ملتی جلتی ایک اور آیت عموم پیش کرتے ہیں:

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ﴾ [الأنعام: 38].

ترجمہ: ''ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں اٹھا رکھی''۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مندرجہ بالا تقریر تب ثابت ہوتی ہے جب ان آیات کے عموم کو ثابت کیا جائے یعنی یہ ثابت ہو کہ ان آیات میں مراد صرف احکام دینیہ وحلال وحرام کا روشن بیان نہیں بلکہ تمام موجودات کا روشن بیان ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا طریقہ اثبات عموم آیات در وسعت علم نبوی

جن بعض علماء نے ان آیات مقدسہ سے قرآن مجید کا ہر شیء کا روشن بیان ہونے سے خاص احکام دینیہ کا روشن بیان مراد لیا ہے اور تمام موجودات نہ مراد لینے کا قول کیا ہے ان کو ''قائلین خصوص'' کہا جاتا ہے اور جو اس آیت اور دیگر متعلقہ آیات سے ان کو ظاہر پر رکھتے ہوئے مراد جملہ موجودات ممکنہ لیتے ہیں اور اس معنی کی نفی نہیں

کرتے وہ ''قائلین عموم'' ہیں۔

قلم امام احمد رضا علیہ الرحمہ عموم آیات کو ثابت کرنے کے لیے یوں جواہر نایاب لٹاتا ہے:

(1) علم اصول میں بیان کر دیا گیا ہے کہ نکرہ (کلمۂ "شيء") مقام نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے دیکھئے دوسری آیت میں لفظ "شيء" نفی کے بعد واقع ہے تو اسکی مراد خاص نہیں بلکہ عام ہی ہوگی (اور پہلی آیت میں کلمہ کل کی اضافت "شيء" کی طرف بھی مفید عموم ہے (كما في التلويح)۔

(2) آیت تبیان میں لفظ ''کل'' آیا ہے۔ یہ عموم بیان کرنے کیلئے سب سے بڑی نص ہے۔

(3) عام استغراق واحاطہ کی افادیت میں قطعی ویقینی ہوتا ہے۔

(4) نصوص شرعیہ کو ظاہری معنی پر حمل کرنا واجب ہوتا ہے جب تک کوئی صحیح دلیل اس کو نہ پھیرے۔

(5) جب تک کوئی شرعی دلیل مجبور نہ کرے اس وقت تک قرآن کے عام کو خاص کر دینا اس کا بدلنا ہے اور یہ ناجائز ہے۔

(6) خبر واحد کیسے ہی اعلیٰ درجہ صحت کو کیوں نہ پہنچی ہو عموم قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

''اگر یہاں کوئی دلیل ظنی تخصیص سے قائم بھی ہوتی تو عموم قطعی قرآن عظیم کے حضور مضمحل ہو جاتی''۔ (''إنباء المصطفى''، فتاوی رضویہ، ۲۹:۴۹۲)

(7) خبر قابل نسخ نہیں ہوتی۔

(8) جو تخصیص کلام سے جدا و متراخی ہو وہ نسخ ہوتی ہے۔

(9) تخصیص عقلی عام کو اس کی قطعیت سے نہیں اتارتی بلکہ ایسی تخصیص کے بعد بھی عموم قطعی رہتا ہے۔

(10) اور یہ کہ جو چیز تخصیص عقلی کے سبب عام سے خارج ہو جائے اسے سند بنا کر کسی ظنی دلیل سے عموم نص میں تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

("الدولة المكية" ص ٧٤؛ "إنباء الحيّ" ص ١٩)

قارئین محترم! یہی وہ طرز استدلال ہے جس کے بارے میں فقیر نے دعویٰ کیا تھا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ جیسا اس خاص مسئلہ میں طرز کسی کا نظر نہیں آتا۔ بعض علمائے مدینہ کیساتھ اس آیت کے بارے میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا جو اختلاف ہوا کہ قرآن میں ہر "شيء" کا بیان کیسے ہے؟ مفسرین نے اس طرح کی آیات کی کیا تفسیر کی ہے؟ کیا وہ عموم کی طرف گئے ہیں یا خصوص کے قائل ہیں؟ اور دیگر شبہات اور اعتراضات کا تفصیلی علمی و تحقیقی جواب امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے ساڑھے چار سو ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ایک عظیم کتاب "إنباء الحيّ أنّ كلامه المصون تبيان لكلّ شيء" کی شکل میں فصیح و بلیغ عربی زبان میں تحریر فرمایا فجزاه الله تعالى خيرًا۔ اس کتاب میں آپ نے ایک فصل قائم فرمائی (فصل فی رد کل ما تشبثوا به لنقض عموم علمه ﷺ، ص ٢٤٩ الى ٤٤٦) جس میں مخالفین کے ان تمام دلائل و اعتراضات کو جمع کیا جو دعوی عموم نصوص و وسعت علم نبوی کے خلاف تھے اور ہر اعتراض کے تین، پانچ، سات، نو جواب تحریر فرمائے اور سب سے زیادہ جواب آیت:

﴿وَمَا أَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ [الأحقاف: ٩] کے قلمبند کئے جو دس کو پہنچے۔ان اعتراضات میں (۱۴) اعتراض مفتی شافعیہ سید احمد برزنجی علیہ الرحمہ کے تھے جن کے جوابات ایک سو سے زائد صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں (ص ۲۴۹ تا ۳۶۷) اور ''قمع شبہات ہنود'' کے نام سے ہندوستان کے گمراہ فرقوں کے تقریبا دس اعتراضات کے جوابات ص ۳۶۹ تا آخر تحریر فرمائے اور کتاب کا مسودہ نامکمل ہی ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو امام اہلسنت علیہ الرحمہ اس کتاب کی تکمیل نہ کر سکے یا پھر موجودہ قلمی نسخہ ناقص ہے۔فقیر نے اس رسالہ کو لکھنے میں سب سے زیادہ استفادہ اسی کتاب سے کیا ہے۔

آیات قرآنیہ میں قائلین خصوص کا علمی محاسبہ

جہاں امام اہل سنت اعلحضرت عظیم المرتبت شاہ امام احمد رضا القادری علیہ الرحمہ نے اپنی عظیم کتاب "إنباء الحيّ" میں علم نبوی سے متعلق عموم آیات کے عرش کو قائم فرمایا ہے اور اس میں نقض کرنے والوں کے سب اعتراضات کے تفصیلی جواب امت کو عنایت فرمائے وہاں انھوں نے بعض قائلین خصوص کا زبردست علمی محاسبہ بھی کیا ہے اور ان آیات میں تخصیص کرنے والوں پر اعتراضات و معارضوں کی ایسی بارش فرمائی کہ ہر وجہ تخصیص کو صاف باطل کر دیا۔("إنباء الحيّ"، ص ۱۱۱)

مثال کے طور پر آیت تبیان کے عموم پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں بظاہر کئی اشیاء کا ذکر نہیں اگرچہ اجمال ہے مگر اجمال تبیان کے منافی ہوتا ہے؛ لہذا لازم ہوا کہ آیت تبیان واقع کے مطابق نہ ہو۔ایک گروہ علماء (مثلا علامہ بیضاوی علیہ

الرحمہ) جن کو امام اہلسنت نے ''قائلین احالہ'' سے تعبیر فرمایا نے اس کا یوں جواب دینے کی کوشش کی کہ آیت تبیان میں کلمۂ ''کلّ'' حقیقی معنوں میں ہی ہے اور سنت اجماع وقیاس سے ثابت شدہ احکام بھی گویا قرآن عظیم سے ثابت ہیں؛ کیونکہ ان کی حجیت اور ان پر عمل کرنا اسی سے ثابت ہے کہ قرآن مجید نے ان کا حوالہ دیا ہے یوں قرآن مجید ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ تمام احکام ومسائل کیلئے تبیان ہوگا ("إنباء الحيّ"، ص ۱۸۷)۔ان علماء کرام پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دس (10) ایسے اعتراضات قائم کئے کہ اگر وہ حضرات آج زندہ ہوتے تو سوائے رجوع کرنے کے انہیں کوئی اور راہ نہ سوجھتی۔

("إنباء الحيّ"، مطلب الكلام على ابطال الاحتيال بالاحالة، ص۱۹۸)

احالہ کے ابطال کے سلسلے میں آپ نے ایک بہترین مثال دی کہ اگر ﴿تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کا معنی یہ کیا جائے کہ بعض اشیاء کا علم قرآن مجید میں ہے اور دیگر بعض پر قرآن مجید میں سنت وقیاس کا حوالہ موجود ہے تو اس بناء پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر بدو اور جاہل "تبيان لكلّ شيء" پر قادر ہو کہ بعض اشیاء کا علم بتائے اور دیگر باتوں پر دوسروں کا حوالہ دے دے! ("إنباء الحي"، ص۱۹۸) اسی طرح منکرین وسعت علم نبوی کا یہ دعوی کہ ''مفسرین کا تخصیص آیت پر اجماع چلا آرہا ہے اور کوئی بھی اس کے عموم کا قائل نہیں'' کو آپ نے قاعدۂ "التنصيص لا يدلّ على التخصيص" کی بنیاد پر غلط قرار دیا اور بائیس (22) ایسی مثالوں کو اپنے ذہن مبارک سے خود پیش فرمایا کہ مفسرین کرام تفسیر آیت میں بعض مخصوص معانی کو کیوں ذکر کرتے ہیں اور ایسا کرنا ہرگز تخصیص آیت نہیں کہلاتا جس طرح کلمہ ﴿شَيْءٍ﴾ کی تفسیر میں انھوں نے

بعض مخصوص معانی مثلا حلال وحرام کوذکر کیا۔ دراصل مفسرین کرام کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی عقل کے مطابق تفسیر کی جائے اور مفہوم آیت کو ایسے انداز سے پیش کیا جائے جس سے انسانی ذہن آسانی سے سمجھ لے۔ یوں وہ ایک آیت کے مخصوص معانی بیان کردیتے ہے۔

("إنباء الحيّ"، فائدة جليلة فيما حمل بعض المتاخرين على التخصيص، ص ۱۳۰؛ مطلب مناشي تخصيص شيء بالذكر، ص ۱۱۳).

اسلئے خصوص آیت پر ''دعوی اجماع'' بے بنیاد ہے بلکہ آپ نے ثابت فرمایا کہ قائلین عموم جمہور علماء ہیں اور قائلین خصوص صرف بعض متاخرین ہیں جنھوں نے تخصیص کی صراحت کی ہے یا عموم کی نفی کی ہے۔

("إنباء الحيّ"،فصل لا قائل بالخصوص الا بعض المتاخرين،ص ۱۱۲)

یہاں پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک ایسا علمی نکتہ اٹھایا ہے جس کے سامنے مخالفین کو سرخم کردینے کے سوائے کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ وہ یہ کہ ہر مفسر نے کل شیء کی مختلف الفاظ سے تفسیر کی ہے۔ کسی نے "ما يحتاج إليه في الدين'' لکھا کسی نے مفہوم کو اور وسیع کرتے ہوئے "ما يحتاج إليه في الدين والدنيا'' لکھا وعلی ہذا القیاس۔ آپ نے اس مضمون کی پانچوں آیات کو نقل فرما کر مفسرین کرام کے اقوال تفسیر یہ کو جمع فرمایا اور یہ بات واضح کی کہ ایک تفسیر میں معنی دوسری تفسیر سے زیادہ کیا گیا ہے اور ایک میں دوسری کی بنسبت کم۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہر مفسر نے اپنے قول سے حصر مراد لیا ہوا ہوتا تو پھر اقوال مفسرین کا تعارض لازم آئیگا اور ہر ایک دوسرے کے مناقض ہوگا۔ تو لامحالہ انھوں نے حصر مراد نہیں لیا بلکہ آیت کے بقدر

کفایت چند معانی ذکر کیے جس کو ہرگز تخصیص نہیں کہا جاسکتا۔

("إنباء الحيّ"، ص ۱۲۰ الی ۱۲۲)

قلم امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یہاں بس نہیں فرمایا بلکہ ثابت کر کے دکھایا کہ حقیقت میں آیت تبیان میں خصوص کے قائلوں نے انجانے میں عموم کا ہی اعتراف کیا ہے اسلئے کہ جن مفسرین کرام نے یہ کہا کہ قرآن مجید میں ہر وہ علم موجود ہے جس کا تعلق دین سے ہے تو اس کا لازم یہ ہے کہ قرآن مجید میں ما کان وما یکون کی جملہ تفصیلات کا علم ہو اگرچہ ان حضرات کی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دلائل سے ثابت فرمایا کہ کائنات کے ذرے ذرے کا علم ''علوم دین'' سے ہے اسلئے کہ کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے راز اور نشانیاں ہیں۔ ہر چیز میں اسکی حکمتیں اور قدرت کا جلوہ ہے ورنہ تو وہ عالم کائنات سے ہی نہیں ہوسکتی۔ ان تمام تفاصیل کا علم اللہ تعالیٰ کے بتائے سے حاصل ہوسکتا ہے اور انبیاء کرام کی یہ شان نہیں کہ وہ ان سے غافل رہیں۔ لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ ان تمام ذرات کی تفاصیل کا علم قرآن مجید میں موجود ہو اسلئے کہ ان تمام تفاصیل کا علم دین میں محتاج الیہ ہوگا، اور وہ سارے کا سار البطون قرآن میں ہے۔ جس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ ("إنباء الحيّ"، فصل قائلو الخصوص قد اعترفوا بالعموم وان لم یتنبهوا له، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۲۰۷، ۲۲۷، ۳۶۴، ۱۲۳)

قول خصوص کی خطا کے دوسبب

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اسی کتاب میں ذکر فرمایا کہ قائلین خصوص نصوص کی غلطی کا

منشا دو چیزیں ہیں:

(۱) انھوں نے سمجھا کہ قرآن عظیم تمام امت کیلئے ہر شی ء کا بیان ہے جبکہ یہ صرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کامل ایک سو (۱۰۰) مثالیں قائم فرما کر روز روشن کی طرح واضح کیا کہ یہ قرآن ساری امت کیلئے ہر شی ء کا بیان نہیں بلکہ صرف نبی امت علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے کامل بیان ہے۔ اس پر آیت تبیان کے الفاظ "نزلنا علیك'' بھی دلالت کر رہے ہیں۔

("إنباء الحيّ"، فصل ليس القرآن تبيانا لكل شيء للامة بل لنبيها ﷺ، ص ١٣٥)

(۲) دوسرا سبب غلطی یہ ہے کہ انھوں نے ظاہر قرآن میں ہر شی ء کی تفصیل کو تلاش کرنا چاہا حالانکہ یہ تفصیل قرآن کے باطن میں ہے جو امت کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ ("إنباء الحيّ"، ص ٤٥، ٦٥)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے متعدد مثالیں دے کر ثابت فرمایا کہ قرآن مجید میں بہت سے اصول دین، اصول فقہ وفروع دین ظاہر قرآن میں موجود ہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں تین طرح کے خفاء ہیں جو اسی بات کی طرف دلالت کرتے ہیں کہ قرآن مجید امت کیلئے ہر شی ء کا بیان نہیں۔ وہ خفاء یہ ہیں: اکثر مسائل فرعیہ کا سرے سے مذکور ہی نہ ہونا، الفاظ محتملہ المعانی، اور ایسے الفاظ کہ جن سے ذہن خلاف مقصود کی طرف سبقت کرتا ہے اور یہ تینوں خفاء 'امت کیلئے' تبیان'' کے منافی ہیں ("إنباء الحي"، ص ١٩٥)۔ جب ظاہر قرآن میں امت کیلئے مسائل دینیہ کی یہ نوعیت ہے کہ بعض احکام کا اجمال ہے اور بعض سرے سے مذکور ہی نہیں، تو ''کل اشیاء'' کے اسمیں نہ ہونے کی وجہ

سے تخصیص کرنے کا کیا فائدہ حاصل ہوا، اشکال تو پھر بھی قائلین خصوص سے مندفع نہ ہونے کی وجہ سے قائم ہے؟ یہی دو سبب ان حضرات کو تخصیص آیات کی طرف لے گئے۔("إنباء الحيّ"، فصل فی تفلیس زعم التخصیص وانه لا یندفع به المحذور اصلا، ص ۱۸۷، ۱۱۲، ۱۳۵)

جبکہ اگر قرآن مجید کو صرف نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باعتبار باطن تبیان لکل شی ء مانا جائے تو اس پر مفسرین کرام کے اشکالات میں سے کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور نص میں تخصیص کر کے ظاہری معنی سے پھیرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ اسی بنیاد پر امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے قول خصوص کو در حقیقت ''اعتساف'' قرار دیا اور فرمایا کہ آیت تبیان میں خصوص کسی دلیل سے ناشی نہیں بلکہ ''وہم باطل'' سے ناشی ہے جس وجہ سے مفسرین قائلین خصوص پر معاملہ مشتبہ رہا۔("إنباء الحيّ"، ص ۱۱۱)

قول خصوص کو لازم ہونے والے مفاسد

قائلین خصوص کی اخطاء کا انکشاف کرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے عموم آیات نہ ماننے کی مزید یہ دو خرابیاں ذکر فرمائی ہیں:

۱) لازم آئیگا کہ قرآن کریم میں ہزار ہا اہم دینی علوم نہیں ہیں جن کی دین میں ضرورت ہے کیونکہ قائلین خصوص ظاہر قرآن میں عدم تفصیل کو دیکھ کر تخصیص کی طرف مائل ہوئے ہیں حالانکہ باطن قرآن میں یہ سارے موجود اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر سب مبرہن وروشن۔ اگر یہی لازم درست ہے تو پھر ان آیات قرآنیہ کی تصدیق کیسے درست ہوگی جن میں قرآن مجید کو تفصیل لکل شی ء اور تبیان لکل شی ء قرار دیا گیا ہے؟

۲) لازم آئیگا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں سے بے خبر ہوں جو اس کائنات میں موجود ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے پھر وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ کی نشانیوں سے غافل رہنے والے لوگوں کی مذمت ہوئی ہے کامعاذ اللہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام لازما مصداق قرار پائیں گے کیونکہ لفظ غفلت عدم علم پر صادق ہے۔ اور ایسی چیز تو کوئی مسلمان ادب اور ایمان کے تقاضوں کی وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے گوارا نہیں کرسکتا۔

("إنباء الحيّ"، تنبيه يجب التنبه له، ص ۱۲۹)

آیت تبیان میں تخصیص کا کوئی تقاضا نہیں

امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کوئی بھی مقام جو تخصیص کا تقاضا کرے، اسکی دو بنیادیں ہوتی ہیں: (الف) اس مقام میں عموم درست نہیں ہوتا (ب) اس مقام میں تخصیص درست ہوتی ہے۔ تبیان لکل شیء کو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص مانا جائے تو آیت تبیان کا عموم قطعا درست ہے اور یہاں تخصیص کا کوئی تقاضا نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر اس کو امت کی طرف منسوب کیا جائے تو پھر عموم درست نہیں رہتا مگر تخصیص بھی درست نہیں رہتی کیونکہ تخصیص جن اعتراضات واشکالات کی وجہ سے کی گئی وہ اس کے بعد بھی قائم رہتے ہیں، لہذا یہاں کسی وجہ سے بھی تخصیص کا کوئی تقاضا ہے ہی نہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۲۱۹)

صاحب "تفسیر تبیان القرآن" کے موقف پر تبصرہ

یہاں کیونکہ بحث قائلین خصوص کے علمی محاسبہ کی ہے اسلئے مقام کی مناسبت

سے ایک ضمنی تبصرہ بھی کر لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ صاحب ''تفسیر تبیان القرآن'' نے جلد ۳، صفحہ: ۴۶۰ تا ص ۴۶۴ پر یہ تحقیق پیش کی کہ قرآن مجید صرف عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کا تفصیلی بیان ہے اور ساتھ یہ لکھ دیا کہ ہمارے زمانے میں ایک ''غلط اور'' بے اصل'' بات مشہور ہوچکی ہے کہ قرآن کریم میں تمام مخلوقات کے تمام احوال (ماکان و مایکون) کا علم ہے۔ حیرت یہ ہے کہ اس سے پہلے صاحب موصوف نے اپنی ہی دو کتابوں (''مقام ولایت ونبوت''، ص ۲۸ و''توضیح البیان'' ۳۹۵ تا ۳۹۹) میں آیت تبیان کے عموم کی قطعیت کو ثابت فرما کر اس سے عموم وکلیت علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال پیش فرمایا تھا اور جملہ ماکان و مایکون کے علم کو قرآن مجید میں ثابت مان کر ہی یہ استدلال پیش کیا تھا۔ میرا اپنا تجزیہ یہ ہے کہ مصنف موصوف کو اس مقام پر تسامح اس لئے ہوا کہ بعض مفسرین کے اس مقام پر اقوال تشریحیہ کو دیکھ کر انھوں نے آیت تبیان میں خصوص سمجھ لیا۔ حالانکہ ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتاب: ''إنباء الحيّ أنّ كلامه المصون تبيان لكلّ شيء'' کے حوالے سے دکھا چکے ہیں کہ جمہور مفسرین عموم آیت کے ہی قائل ہیں اور خصوص کے قائل وہی بعض ہیں جنہوں نے خصوص کی تصریح کی ہے یا عموم کی نفی۔ جن مفسرین کرام نے لفظ ''شيء'' کی تشریح چند مخصوص الفاظ وتعبیرات سے کی ہے ان کو علامہ موصوف نے تخصیص سمجھ لیا جبکہ تنصیص تخصیص نہیں ہوتی كما مرّ عن ''إنباء الحيّ''۔ علامہ موصوف نے خود اپنی تصنیف لطیف ''توضیح البیان'' (ص ۳۹۴) میں لکھا:

''اس مقام پر یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسرین نے ﴿تِبۡيَاناً لِّكُلِّ شَيۡءٍ﴾ کی صرف احکام شرعیہ کے ساتھ تفسیر کی ہے؛ کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کل کا عموم قطعی ہے

اور اسمیں تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی تو بعض مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں؟''۔

علامہ موصوف اگر اپنی ماضی کی ابحاث پر تھوڑی توجہ فرماتے تو شاید اپنی ''تفسیر تبیان القرآن'' میں وہ نتیجہ نہ نکالتے جو ہمارے سامنے ہے۔ میری ناقص سوچ میں تسامح کا دوسرا منشاء یہ بھی ہے کہ علامہ موصوف۔ نے تفسیر لکھتے وقت یہ سمجھا کہ قرآن مجید سب کیلئے ''تبیان لکل شیء'' ہے جس وجہ سے شیء کا معنی مخصوص ہی لیا جا سکتا ہے کہ ظاہر ہے جب وہ سب کیلئے تبیان ہے تو پھر اسمیں وہی کچھ بیان ہوگا جو سب کیلئے عام ہے جسے انہوں نے احکام شرعیہ وعقائد سے تعبیر فرمایا جبکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ درست نہیں، اگر قرآن کریم اس امت کیلئے ہر ہر حکم دینی کا واضح وجلی بیان ہوتا تو سنت وقیاس کا کوئی مقصد نہ رہتا۔ مزید یہ کہ امت کیلئے قرآن مجید میں تمام اصول دین، تفاصیل اصول فقہ اور علم فروع کی ساری جزئیات کا تبیان کہاں ہے بلکہ ان کی اکثر تفصیلات تو موجود ہی نہیں؟ اس مسئلہ کی تنقیح دیکھنی ہو تو ''إنباء الحيّ '' ص ۱۸۸ تا ص ۱۹۷ ملاحظہ فرمائیں۔ لہذا علامہ موصوف کا یہ دعوی کہ قرآن مجید میں عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں سے ''ہر چیز کی تفصیل ہے'' خالی از خطا نہیں۔ حق وہی ہے جس کی تحقیق امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ساڑھے چار سو صفحات پر قلمبند کی کہ آیت تبیان عام ہی ہے اور قرآن کا تبیان لکل شیء ہونا صرف ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے جنہیں امت کے سامنے بیان کرنے کا حکم:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ۴۴]

میں دیا گیا اور تمام احکام دینیہ ومسائل وحقائق کائنات کا بلا استثناء تفصیلی علم

بطون قرآن میں ہے۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے قائلین خصوص کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ (۱) اگر قرآن مجید سب کیلئے تبیان ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ بیان کرنا تحصیل حاصل ہوتا، (۲) علاوہ ازیں مبین کا تبیان محال ہے، (۳) اور یہ کہ امت کو تفکر کی حاجت نہ رہتی جبکہ قرآن مجید تفکر کی عوت دیتا ہے (۴) اور پھر قرآن مجید میں کوئی بات خفی نہ ہوتی کیونکہ خفاء تبیان کے منافی ہے الی غیر ذلک من المفاسد اور یہ سارے ردود علامہ موصوف پر بھی وارد ہوتے ہیں جنہوں نے ''تبیان لکل شیء'' سے مراد خاص امت کیلئے احکام شرعیہ وعقائد کا تبیان مراد لیا ہے۔

(''إنباء الحيّ''، ص ۱۳٦)

مجھے یقین ہے کہ علامہ صاحب، امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتاب ''إنباء الحيّ'' کا مطالعہ فرما کر یا کم از کم ''توضیح البیان'' اور ''مقام ولایت ونبوت'' کو سامنے رکھ کر ضرور اپنے ''سابقہ موقف'' کی تائید فرمائیں گے اور تفسیر تبیان القرآن کے آئندہ ایڈیشن سے ''غلط'' اور ''بے اصل'' جیسے کلمات نظر ثانی فرما کر حذف کر دیں گے۔ یہ ایک علمی بحث ہے جسکا کسی کی ذاتیات سے کوئی تعلق نہیں اسلئے امید ہے کہ ہماری اس بحث کو ذاتی تنقید نہ سمجھا جائے بلکہ ایک خالص علمی تبصرہ ہی سمجھا جائے۔

مفسرین کرام سے ''قائلین خصوص'' اور ''منکرین'' وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق

آیت تبیان، سے متعلق کچھ تسامحات بعض متاخرین اہل تفسیر کی ہیں اور کئی غلطیاں مخالفین کی ہیں۔ جن بعض مفسرین اہل سنت نے خصوص آیات کا موقف

اختیار فرمایا انھوں نے اپنی علمی دیانتداری اور تحقیق سے ایسا کیا، کسی عناد یا فاسد عقیدہ کو حمایت دینے کیلئے ایسا ہرگز نہیں کیا اسلئے وہ شرعا معذور ہیں جیسا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اس پر تصریح ہے مگر مخالفین عقیدہ باطلہ کی بنیاد پر اس آیت میں تخصیص کے قائل ہیں اور ان کا مقصد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیع علوم ومعارف کا انکار ہے۔ اسلئے یہ سمجھنا کہ جو مفسرین قائلین خصوص ہیں وہ وسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں ہرگز درست نہیں، نہ اس وجہ سے انھوں نے خصوص کا قول کیا ہے اور نہ یہ انکا اعتقاد تھا۔ آیت تبیان میں خصوص کا قول کرنے سے بہر صورت لازم نہیں کہ وسعت علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار مقصود ہے۔ ہاں مخالفین ایک فاسد غرض سے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس میں نقص بتلانے کیلئے قائلین خصوص کا سہارا لیتے ہیں جبکہ آیات کا عموم ثابت ہو چکا ہے اور اسمیں خصوص کا قول کرنا متعدد خرابیوں کو مستلزم ہے۔ عموم آیات کا ثبوت اور اسکی اہمیت دکھانے کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ): اللہ کا شکر واحسان کہ صرف یہ بیان (آیت تبیان کا عموم) ہی تجھے ہر دلیل و برہان سے بے پرواہ کر دے گا اور اگر میری کتاب یعنی ''الدولۃ المکیۃ'' میں اس دلیل کے سوا جو اللہ نے مجھ پر القا فرمائی کوئی اور دلیل نہ ہوتی تو وہی مجھے کافی ووافی ہوتی اور پہلے علماء جو گزر گئے ہیں ان کی سمجھ میں یہ نہ آیا ہو (یعنی ہمارا استدلال ومدعا از روئے عموم آیت) تو وہ اس معاملے میں معذور ہیں ان سے پرسش نہیں ہوگی لیکن جواَب اس بیان کو سُنے پھر خصوص پر اَڑا رہے اور نصوص کو ظاہری معنی سے پھیرنے کی بے فائدہ کوشش کرے تو گویا وہ اس بات کا اعتراف کرے گا کہ قرآن مقدس ہزاروں

اہم دینی علوم سے خالی ہے جن کی دین میں ضرورت ہے۔

("إنباء الحيّ" تنبيه يجب التنبه له، ص ۱۲۹)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اس قول کی تائید قطب مغرب سید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ کے سابق الذکر قول سے بھی ہوتی ہے کہ پچھلے علماء جو خصوص نصوص کے قائل تھے مسئلہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے معذور سمجھے جائیں گے مگر اب کیونکہ اس مسئلہ کی تنقیح ہو چکی ہے اوران دونوں بزرگوں نے تمام دلائل کو مالہا وما علیہا کیساتھ پیش کر کے دلائل عموم کو راجح ومختار قرار دیا ہے اور دلائل خصوص کو لازم ہونے والے مفاسد کا انکشاف کر کے انھیں مرجوح ثابت کیا ہے، لہذا عموم نصوص ہی حق ہے اور وضوح امر کے بعد قائل خصوص کو سوائے اعتراف کے کوئی چارہ نہیں۔

مخالفین اجماعی حدود میں اختلاف کرتے ہیں جبکہ قائلین خصوص اختلافی حدود میں اختلاف کرتے ہیں

درج ذیل باتوں پر علمائے اہل سنت کا اجماع ہے:

۱) غیر اللہ کیلئے کوئی بھی صفت ذاتی نہیں، جو غیر اللہ کیلئے ذاتی علم مانے کافر خاسر ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو کثیر علوم غیبیہ سے نوازا ہے۔ اسکا انکار نفس نبوت کا انکار ہے۔

۳) مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیبیہ سے نوازا۔ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

۴) جو علم اللہ رب العزت کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ ابلیس

کیلیئے جوایسا علم مانے قطعامشرک وکافر ہے۔

۵) زیدوعمرو، ہر بچے، پاگل چوپائے کا علم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مماثل (یا مساوی) کہنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے۔ یہ پانچوں مسائل ''ضروریات دین'' سے ہیں اوران کا انکار بالاتفاق کفر ہے۔

۶) اللہ رب العزت اولیاء کرام کو بھی رسولوں کی وساطت سے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ معتزلہ نے اس سے انکار کیا۔

۷) اللہ رب العزت نے اپنے مقربین کو بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کا علم دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم خمسہ کی جزئیات پر اطلاع ہوئی۔ یہ احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے ("الدولة المكية"، مطلب ثبوت الخمس تفصيلا، ص ۱۰۴)۔ یہ کہنا کہ علوم خمسہ میں سے کسی ایک بھی جزئی کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوا بدعت ہے۔ یہ دو مسائل ''ضروریات اہل سنت'' سے ہیں کہ ان کا انکار کفر نہیں، بدعت ہے۔ ۸) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا استثناء علوم خمسہ کی ہر ہر جزئی کا علم حاصل ہوا۔ ۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین وقت قیامت کا علم حاصل ہوا۔ ۱۰) انھیں جملہ مندرجات لوح وقلم یعنی ما کان وما یکون کی تفصیلات کا سارا علم حاصل ہوا۔ ۱۱) انھیں ما کان وما یکون سے زائد علم عطاء ہوا جیسے امور ماورائے قیامت وغیرہ۔ ۱۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت روح کا علم بھی حاصل ہوا۔ ۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات متشابہات کا علم بھی حاصل ہوا۔ یہ آخری ۶ مسائل اہل سنت کے مابین اختلافی ہیں۔ علماء ظاہر فقہاء ومحدثین کا اہل باطن

ومحققین عرفاء سے اس بارے میں اختلاف ہے کہ جو علوم اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ان میں علم روح، اشیاء خمسہ، متشابہات قرآن، خاص علم قیامت داخل ہیں یا نہیں۔ پہلا گروہ جانب خصوص گیا اور عرفاء کرام اور محققین جانب عموم گئے ہیں مگر پچھلے سات امور میں سب کا اجماع چلا آرہا ہے۔

(''خالص الاعتقاد''، فتاوی رضویہ ۲۹:۴۵۳؛ ''رماح القہار'' ۲۹:۴۱۴)

امام محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ نے بھی ان مذاہب کی تفصیلات وتحقیقات کو جمع فرمایا اور ''جلاء القلوب'' میں مذہب عرفاء کو شرح وبسط کیساتھ ذکر فرما کر اسے ہی مختار وتحقیق قرار دیا کہ اللہ تعالی نے ان اشیاء کا علم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

انھوں نے اجماعی حدود سے متعلق یہ تصریح بھی فرمائی:

"لا خلاف بين أهل العلم كلهم في أنه صلى الله عليه وسلم كان معلما من قبل الله تعالى بالمغيبات الكثيرة التي لا تنحصر كثرة وعددا، ولا ينقضي ظهورها مدى الدهور أبدا، وفي أنه أوتي من علوم الكوائن الماضية والحاضرة والمستقبلة ما تعجز عنه عقول البشر، ولم يوته نبيّ ولا رسول قبله ووقع نزاع وخبط شديد ووهم بين المتاخرين من المشارقة والمغاربة في انه علمه صلى الله عليه وسلم كان محيطا بالاشياء كلها حتى الخمس والروح وما هو بمعناهما او غير محيط بهما الخ" یعنی تمام اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سے اتنے کثیر غیبی علوم کے عالم تھے جن کی تعداد وکثرت کسی شمار میں نہیں اور ان کا ظہور کئی زمانے گزرنے سے کبھی ختم نہ ہوگا اور اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی، حال اور مستقبل کے اتنے علوم کائنات دیئے گئے جن کا ادراک انسانی عقلیں کرنے سے عاجز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی ورسول کو اتنے علوم نہیں دیئے گئے۔ مشرق ومغرب کے متاخرین اہل علم کے درمیان اس بارے میں بہت شدید اختلاف ووہم میں ڈالنے والا جھگڑا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک کیا تمام اشیاء بشمول امور خمسہ وروح اور جوان کی طرح امور ہیں کو محیط ہے کہ نہیں۔۔"۔("حلاء القلوب"، المقصد الاول فی بیان احاطة الذات المحمدیة بالعلوم الجدیدة الکونیة،۱: ۱۰۸)

اس عبارت سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اس قول کی پوری طرح تائید ہوتی ہے کہ علماء اہل سنت کے درمیان جو اختلاف ہوا تھا وہ چند اجماعات کے بعد ہی ہوا تھا۔ جبکہ منکرین ان اجماعی مسائل کا بھی انکار کرتے ہیں۔

"رماح القہار علی کفر الکفار" تمہید خالص الاعتقاد (فتاوی رضویہ،۲۹: ۴۱۷) میں اعلحضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا سید عبد الرحمٰن رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ان [علماء اہل سنت میں علم غیب کے اختلافی حدود] میں مثبت ونافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا جبکہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان رکھتا ہو [جو علم غیب کے مسائل ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت سے ہیں]، اور ان پانچ [اختلافی مسائل] کا انکار مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلہم اللہ تعالی کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص وکمی کی راہ چلتے ہیں"۔ اس عبارت کا مفادیہ ہے کہ (الف) علماء خصوص نے اجماعی حدود میں اختلاف نہیں کیا جبکہ مخالفین کا خلاف اجماعی حدود میں بھی ہے (ب) اور اگر کوئی

اجماعی حدود کو تسلیم کر کے اختلافی حدود کے مسائل میں مرض قلب یعنی بدعقیدگی کی وجہ سے انکار کرتا ہے جیسے مخالفین تو پھر لامحالہ گمراہ ہے اور اس وجہ سے انکار نہیں بلکہ دلائل میں شبہ کی وجہ سے ہے تو اس کی تفسیق تک نہیں کی جائیگی جیسے ائمہ قائلین خصوص کا حال ہے۔ لہذا دونوں گروہوں کو ایک جیسا سمجھنا سراسر غلطی ہے۔

منکرین کو تنبیہ کہ قول عموم میں ہی امان ہے

امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے منکرین کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ قول عموم ہی امان کا راستہ ہے۔ اسلئے کہ آیت تبیان کا ظاہر ہی عموم ہے اور خصوص (یعنی تاویل) کی طرف جانے کا باعث کیا یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت میں نہیں کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ما کان وما یکون کی تفصیلات پر مطلع فرمادے؟ یا پھر اس کی قدرت میں تو شک نہیں معاذ اللہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت میں کوئی کلام ہے؟ ("إنباء الحيّ" ص ۱۱۱) خالص الاعتقاد (فتاوی رضویہ ۲۹:۴۷۸) میں مزید لکھتے ہیں: ''تم دس عبارتیں خصوص میں لاؤ ہم سو نصوص عموم میں دکھائیں گے، پھر ظواہر قرآن وحدیث وعامہ اولیائے قدیم وحدیث ہمارے ساتھ ہیں، اور اسی میں ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی ترقی اور خود اسی بارے میں ان کا رب فرما چکا کہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً﴾ [النساء ۱۱۳:] ''سکھا دیا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے''۔ جسے اللہ بڑا کہے اسے گھٹائے کیونکر بنے، معہذا اگر بفرض باطل خدا کا فضل عظیم چھوٹا اور مختصر ہی ہو مگر ہم نے ظواہر قرآن وحدیث وتصریحات صدہا ائمہ ظاہر وباطن کے اتباع سے محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ رفعت شان چاہ کر اسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالی اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی۔ اور اگر واقع میں وہ فضل الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے برخلاف ظواہر نصوص قرآن وحدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تمہارا معاملہ معکوس ہوا، فای الفریقین احق بالامن (القرآن ۶:۸۱) "خیال کرلو کونسا فریق زیادہ مستحق امن ہے؟"۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا تبیان قرآن سے متعلق موقف کا خلاصہ

۱۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا کہ قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور کل اشیاء کا علم باطن قرآن میں ہے۔

("إنباء الحيّ"، فصل آخر فی العموم و ذکر بطون القرآن، ۳۹-۶۹)

۲۔ قرآن مجید کا ہر چیز کا روشن بیان ہونا صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہے جس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ امت کیلئے بھی وہ ایسا ہی روشن بیان ہو۔ اس تقریر وتفسیر پر نہ نص کے کلمۂ "شيء" میں تخصیص کی ضرورت پڑتی ہے، نہ کلمۂ "کل" کو مجازی معنی کی طرف پھیرنے کی حاجت ہوتی ہے جس طرح بعض مفسرین نے کل کو تکثیر کے معنی میں کیا ("إنباء الحي"، ص ۱۸۸، ۲۰۳) اور نہ احالہ کا قول کرنا پڑتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "إنباء الحيّ" (ص ۱۸۷-۲۲۷) میں نہایت عمدہ تحقیق سے ثابت فرمایا کہ قرآن مجید کو بالواسطہ بیان کہنا جس طرح قائلین احالہ نے تاویل کی یا اس میں بعض اشیاء کا تفصیلی علم اور بعض کا اجمالی ماننا معنی تبیان کے منافی ہے۔ مندرجہ بالا استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ جس

علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ثابت فرماتے ہیں وہ متناہی، عطائی، اور ''ما کان وما یکون'' کی حدوں میں تفصیلی بھی ہے۔ آپ کا ہرگز یہ نظریہ نہیں تھا کہ ابتدائے وحی سے ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر موجود کا علم تفصیلی حاصل تھا بلکہ یہ تھا کہ نزول قرآن کی تکمیل کے وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ''ما کان وما یکون'' مکمل ہوا اور وصال با کمال سے پہلے عرش سے فرش تک اور اوّل دن سے آخر دن تک کے تمام مخلوقات کے علوم کا احاطہ آپ کو حاصل تھا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہمیشہ یعنی دائمی احاطۂ کلیہ کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ جہاں تک معاملہ علوم ماورائے قیامت وذات باری تعالی وصفات کا ہے تو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محیط نہیں ہاں اسمیں ہمیشہ اضافہ ہو رہا ہے جو کبھی کسی حد پر جا کر نہیں رکے گا (غیر متناہی بمعنی لا تقفی عند حد)۔ ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مدعا کی دلیل بزبان فنی میں یوں بھی پیش کر سکتے ہیں:

صغریٰ: ہر چیز قرآن مجید میں مذکور ہے بدلیل آیة التبیان.

کبریٰ: جو قرآن مجید میں مذکور ہے اسکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔

نتیجہ: ہر چیز کا علم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مدعا کی جامعیت

آیت تبیان کی روشنی میں منکرین کے پیش کردہ سارے اعتراضات کے پانچ (۵) جامع جواب

جس نے پچھلی تقریر کو اچھی طرح جان لیا وہ منکرین وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اعتراضات کے جوابات اسی ایک آیت تبیان سے دے سکتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے خود "إنباء الحيّ" میں تصریح فرمائی ہے کہ جس نے ہمارے استدلال کو سمجھ لیا وہ ہر طرح کے اعتراض مخالف کا جواب دے سکتا ہے اور ہر اعتراض کے جواب کیلئے یہی ایک آیت (تبیان) کافی ہے۔ اللہ اکبر! آیت تبیان سے مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا استدلال جو ہر دلیل مخالف کا جواب بن سکے تحقیق امام احمد رضا کا حسین وامتیازی پہلو ہے جو کسی دوسری تصنیف میں نہیں ملے گا۔ یہ آپ کی قرآن فہمی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین مثال ہے۔ دیکھئے خود فرماتے ہیں:

"اللہ کا شکر واحسان کہ صرف یہ بیان (آیت تبیان کا عموم) ہی تجھے ہر دلیل و برہان سے بے پرواہ کردے گا اور اگر میری کتاب یعنی "الدولة المكية" میں اس دلیل کے سوا جو اللہ نے مجھ پر القا فرمائی کوئی اور دلیل نہ ہوتی تو وہی مجھے کافی ووافی ہوتی"۔

("إنباء الحيّ"، ص ۱۲۹؛ "الدولة المكية" ص ۱۱۷)

آیت تبیان کی مندرجہ بالا تقریر عموم کی بنا پر مخالفین کے سارے اعتراضات کے جواب دینے کے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل پانچ (۵) طریقے تعلیم

فرمائے ہیں:

پہلا طریقہ: اثبات ونفی کے دلائل کے درمیان تطبیق یوں دی جائے کہ اثبات والے دلائل کو عطائی علم اور نفی والے دلائل کو ذاتی علم پر محمول کیا جائے یا اثبات والے دلائل کو ایجاب جزئی پر محمول کیا جائے اور نفی والے دلائل کو احاطۂ کلیہ حقیقیہ پر محمول کیا جائے؛ تا کہ نصوص قرآنیہ میں تعارض نہ ہو۔ آیت تبیان اثبات علم کی دلیل ہے؛ لہذا نفی علم کی دلیل کا اور معنی کیا جائیگا۔

نوٹ: امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "إنباء الحيّ" اور "الدولة المكية" میں علم کی دو تقسیمیں فرمائی: (اول) ذاتی وعطائی (دوم) محیط حقیقی، غیر محیط حقیقی۔ ہر دو تقسیمیں ہر آیت نفی واثبات کا جواب بنتی ہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۰)

دوسرا طریقہ: ہمارے مدعا سے امور غیر متناہیہ بالفعل کا علم محیط خارج ہے یعنی ہم ان کے احاطہ کا دعویٰ نہیں کرتے ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو ان کے بارے میں مترقی مانتے ہیں (اور نہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ کبھی مستقبل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان امور کا تفصیلی علم محیط ہوگا) اور یہی معنی ہے آپ کے علم کے غیر متناہی اور لاتقفی عند حدٍ ہونے کا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں اور کسی حد پر نہیں رکتے۔ اس لئے اس اعتبار سے آپ کے علم کو غیر متناہی کہنا درست ومقبول ہے۔

("الدولة المكية"، السوال الرابع، ص ۱۳۳)

اسلئے معترض کی کوئی ایسی دلیل جو ان امور میں عدم علم کے بارے میں ہو ہمیں نقصان دہ نہیں۔ ہمارا دعویٰ "ما کان وما یکون" کے احاطہ کا ہے جو عموم "تبیان لکل شیء" سے ثابت کر چکے ہیں۔

تیسرا طریقہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم بوقت تکمیل نزول قرآن مکمل ہوئے ہیں، اسلئے نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کے واقعات ودلائل جن میں علم کی نفی ہو، ہمارے دعویٰ کونقصان نہیں پہنچاتے اس لئے کہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ازروئے آیت تبیان دفعۃً واحدۃً نہیں ہوئی بلکہ تدریجا ہوئی اسلئے کہ "تبیان لکل شیء" کا وصف کسی ایک آیت کا نہیں بلکہ مکمل قرآن مجید کا وصف ہے۔ مخالف کو بعداز تکمیل نزول قرآن کی کوئی دلیل مقبول دکھانی ہوگی جوعموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقض ہو "ودونه خرط القتاد" [یعنی ورنہ بلاوجہ ہاتھ چھیلنے کی بات ہے]۔

چوتھا طریقہ: یہ آیت قرآن جس سے ہمارا استدلال ہے صریح ومتعین ہے اوراس کارڈ کسی احتمالی دلیل سے پیش کرنا نامقبول وباطل ہے۔ یہ جواب ان احادیث محتملۃ الخلاف کوکافی وشافی ہے جوہمارے مخالفین اکثر پیش کرتے ہیں سوانہی میں تاویل کی جائیگی اورانہی کوآیت تبیان کے موافق کیاجائے گا۔

پانچواں طریقہ: یہ نص قرآنی قطعی ہے اور احادیث آحاد اس کے معارض نہیں ہوسکتی۔ اسلئے مخالفین کی پیش کردہ اکثر احادیث کیلئے یہ جواب کافی ہے۔ وہ آحاد اگر صالح تاویل ہوں تو انہی میں تاویل ہوگی اور بفرض محال نہ ہوں تو واجب الرد کہ ظنی دلیل قطعی کے معارض قبول نہ ہوگی وہ اعلی درجہ صحت پر ہی کیوں نہ فائز ہو۔ جب نص قطعی سے آحاد صحیحہ کا تعارض درست نہیں ٹھہرے گا تو قول فلاں وفلاں کی کیا حیثیت رہتی ہے؟ ("إنباء الحيّ"، ۲۵۱)

دلیل مخصص کی قبولیت کیلئے چار شرائط

ہمارے دعوی کی نقیض ثابت کرنے کیلئے مخالفین کو ایسی دلیل پیش کرنی ہوگی جو مندرجہ ذیل چار شرائط کی جامع ہو:

(1) نص قطعی الدلالۃ والثبوت ہو، ظنی نہ ہو۔

(2) نفی علم پر صراحۃً دلالت کرے احتمالی نہ ہو کہ صریح کے مقابلے میں احتمالی مردود و نامقبول ہے۔

(3) زمانہ بعد تکمیل نزول قرآن میں نفی علم پر دلالت کرے۔

(4) ہمارے دعوی کی نقیض ثابت کرتی ہو دلیل مخالف صفات وذات باری تعالیٰ، یا امور غیر متناہیہ بالفعل اور امور آخرت کے بارے میں نہ ہو کہ ہمارا ان کے بارے میں دعویٰ احاطہ ہی نہیں۔ ہمارے مخالفین کبھی کوئی ایسی دلیل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ مل کر سارے کوشش کرلیں، والحمد للہ رب العالمین۔

("الدولة المكيّة"، ص ٨٤؛ "إزاحة العيب"، فتاوى رضويه، ٢٩: ٥١٣)

قارئین گرامی قدر! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دنیائے تحقیق کے اس بے تاج بادشاہ نے قرآن مجید کی ایک ہی آیت سے ایسا شاندار استدلال فرمایا کہ ہر اعتراض مخالف کا جواب اسی ایک آیت مقدسہ سے دیا جا سکتا ہے اور تمام شبہات اسی سے جھڑ جاتے ہیں، وسعت علم نبوی پر اس طرح کا استدلال اور مدعا کی تقریر مجھے متقدمین ومتاخرین کی کسی کتاب میں نہیں ملی اور اسی ایک استدلال کی رو سے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مسئلہ وسعت علم نبوی پر مواد دینے والوں میں سب سے اچھوتا، پختہ، علمی، فنی اور جامع

استدلال امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے پیش فرمایا ہے وكم ترك الاول للآخر۔ هذا ما عندي والله تعالى أعلم بحقيقة الحال.

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے استدلال کی انفرادیت کی ایک اور مثال

پہلے واضح ہو چکا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا نظریہ صرف یہی نہیں تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ''ما کان وما یکون'' تک محدود ہے بلکہ چند جہات سے انھوں نے اسے ہمیشہ کیلئے ترقی پذیر بھی ثابت فرمایا ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد پر لوح محفوظ کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض حصہ ہوا؛ کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم میں ذات وصفات وامور آخرت کے علم (جن کا تعلق امور غیر متناہیہ بالفعل سے ہے) کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تو جسے لوح محفوظ محیط نہیں وہ بھی ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علی الترقی حاصل ہو رہا ہے، اس دعوی پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے قرآنی استدلال پیش فرمایا، اس سے پہلے کہ میں وہ استدلال پیش کروں ایک ضمنی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ لوح محفوظ کے علوم کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض حصہ ہونا صرف امام احمد رضا علیہ الرحمہ ہی کا نظریہ نہیں، امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قصیدہ بردہ میں یہی اعتقاد اس شعر کی صورت میں ظاہر فرمایا:

فِإنّ من جودك الدنيا وضرّتها

ومِن علومك علم اللّوح والقلم

علامہ ابراہیم بیجوری، علامہ شیخ زادہ، علامہ خرپوتی اور ملا علی قاری علیہم الرحمہ کی شروح بردہ دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے اس نظریہ میں

اکیلے نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ محدثین کرام بردہ شریف کی سندیں دیتے دلاتے رہے اور اسے پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں اور صاحب بردہ جلیل القدر محدثین مثلاً امام عز الدین ابن جماعہ، ابوالفتح ابن سید الناس اور امام المفسرین ابوحیان اندلسی کے شیخ ہیں جن کا ذکر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "إنباء الحيّ" (ص ٣٢٢) میں اور حافظ ابن حجر ہیتمی نے "أفضل القرى" میں فرمایا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی و تحقیقی دنیا کے نامور عالم، امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پردادا استاذ، بحر العلوم حضرت علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وسعت علم نبوی کے بارے یونہی اپنا عقیدہ ظاہر فرماتے ہوئے لکھا:

"علّمه علوماً بعضها ما احتوى عليه القلم الأعلى وما استطاع على إحاطتها اللوح الأوفى" إلخ

("حاشية شرح مير زاهد على الرسالة القطبية" ص ٤؛ "الفيوضات الملكية"، ص ٦٦).

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض ایسے علوم سکھائے جن پر قلم اعلیٰ بھی حاوی نہیں اور لوح اوفی (محفوظ) بھی جن کے احاطہ کی قدرت نہیں رکھتا"۔

مگر قربان جاؤں امام اہل سنت علیہ الرحمہ پر جنہوں نے قرآن مجید سے استدلال پیش فرما کر اس دعوی کو دلیل سے مزین کردیا، دلیل یوں ارشاد فرمائی:

قرآن کریم کا اعلان ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾ [النساء:77].

جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کو رب تعالیٰ نے قلیل فرمایا۔ دنیا کب سے کب تک ہے؟ روز اول سے روز آخر یعنی قیام قیامت تک دنیا کہلاتی ہے۔ تو یہ سب نص قرآنی کی رو سے قلیل ہوا۔ اور علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً﴾

[النساء: ١١].

تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اس نص کی رو سے اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوا اور ظاہر ہے کہ جو علم فضل عظیم ہو وہ قلیل تک ہی محدود نہ ہوگا بلکہ عظیم کہنے میں یہی راز ہے کہ دنیا کا علم اس عظیم علم کا بعض ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اس سے بڑھ کر ہے! لوح محفوظ میں کیا ہے؟ اسی دنیا کا علم ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس لوح محفوظ کے علم سے زائد ہوا۔ جن امور میں وہ زائد ہے تو وہ احوال آخرت وغیرہ ہیں، حق تو یہ ہے کہ اس زیادتی کا علم یا دینے والے کو ہے یا لینے والے کو۔

نوٹ: لوح محفوظ میں جتنا لکھا ہے متناہی ہے اور متناہی شیء متناہی علم کا احاطہ کرسکتی ہے اسمیں کوئی عقلی وشرعی استحالہ نہیں، كذا فى شروح البردة

("الدولة المكية"، النظر الرابع، ص ٦٤-٦٧)

یہ تھا خلاصہ شہنشاہ علم وفن، اعلحضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مدعا اور ان کے بعض اہم استدلالات کا جو فقیر نے اپنے اس دعویٰ میں پیش کردیئے ہیں کہ انھوں نے وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طرز استدلال پیش فرمایا کسی دوسری کتاب میں اس انداز و جامعیت کیساتھ نہیں نظر آتا۔

فائدہ ۱: حضور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے ایک نامور شاگرد، ماہر فنون عربیہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ غلام حیدر صاحب دام ظلہ (آپ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری علیہ الرحمہ کے استاذ بھی ہیں)، سابق صدر مدرس دربار عالیہ سیال شریف (سرگودھا) سن ۲۰۱۲ء میں ایک ملاقات کے دوران مجھے فرمانے لگے کہ ہم مخالفین کو ''مقدمات مسلمہ بین الفریقین'' سے اس مسئلے میں یوں اپنا مدعا تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں:

مقدمہ اولی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم تمام مخلوقات کے علم سے زائد ہے۔

مقدمہ ثانیہ: لوح محفوظ بھی ایک مخلوق ہے۔

نتیجہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم لوح محفوظ سے زائد ہے۔

مقصد دوم:

منکرین وسعت علم نبوی کے ۶۴ اعتراضات اور شبہات کے جواب

اہم نوٹ: اس تحقیق میں جہاں بھی لفظ منکرین یا مخالفین آیا ہے اس سے لازم نہیں کہ
جمیع من حیث الجمیع مراد ہوں؛ کیونکہ مختلف اعتراضات مختلف فرقوں نے اٹھائے ہیں
سبھی نے وہ اعتراض نہیں کیے۔ کئی اعتراض تو کئی مخالفین کے وہم میں بھی نہیں ہوں
گے جن کے ہم نے اس تحقیق میں علمی وفنی جواب دیئے ہیں۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ قضیۂ
مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے کما فی عامة کتب المنطق.

(1) منکرین ذاتی علم اور عطائی علم کی تقسیم کو نہیں مانتے اسلئے جن نصوص میں نفی علم
ذاتی (استقلالی) کی ہے انھیں مطلقاً نفی علم پر محمول کرتے ہیں جبکہ ایسا کرنے سے
آیت قرآنیہ میں تعارض لازم آتا ہے کہ بعض میں تو علم ہونے کا ثبوت ہے اور بعض
میں بظاہر انکار اور قرآن میں تو ہرگز تعارض نہیں، اسی لئے مفسرین کرام نے
تصریحات فرمائیں کہ جہاں انکار ہے وہاں مراد بالذات اور استقلالی علم ہونے کا
انکار ہے یعنی انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام از خود غیب کی خبریں نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ
کی عطا سے جانتے ہیں، اگر ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو تعارض فی القران
(contradiction in the Quran) کی بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ نفی
واثبات ایک ہی مورد پر جمع ہو جائیں جو کہ باطل ہے؛ لہذا ذاتی اور عطائی کا فرق صحیح
ہے۔ مخالفین کا وہم ہے کہ ذاتی اور عطائی ومحیط وغیر محیط کی تقسیم علماء کے نزدیک فلسفی
نامقبول ہے جبکہ امام ابن حجر ہیثمی، امام نووی وامام غزالی وغیرہا کثیر علماء نے اس تقسیم

کی تصریح فرمائی ہے پھر بھی کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مفسرین کرام کی تصریحات کو "الفیوضات الملکیّة"(ص۳۹،۵۲) اور "خالص الاعتقاد" (فتاوی رضویہ،۲۹:۴۴۴) میں جمع فرمادیا ہے؛ لہذا اس تقسیم علم کا منکر تصریحات علماء کا منکر ہے۔مثالیں:

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الأنعام: 59]

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [النمل:65]

﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الأنعام: 50].

﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ [التوبة: 101].

ان سب آیات میں نفی خواہ اللہ تعالٰے نے کی یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی، وہ علم ذاتی ہی کی نفی ہے اور یہ عطائی علم کے منافی نہیں تو ان آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلقاً علم کی نفی (absolute negation of knowledge) ثابت کرنا درست نہیں۔ان میں یہ بات کہاں ہے کہ میں اللہ کے بتائے سے بھی غیب نہیں جانتا؟ یا اللہ تعالٰے مجھے بتاتا ہی نہیں؟ ان میں تو فقط اتنی بات ہے کہ نبی از خود غیب کی بات نہیں جانتے۔جہاں تک بات ہے عطائی علم غیب حاصل ہونے کی تو ان آیات سے اُسکا ثبوت ملتا ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ﴾ [الجن:27 26]

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيماً﴾ [النساء:113].

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ [آل عمران : 179].

ثبوت علم عطائی پر احادیث بے شمار ہیں جو"الدولة المكيّة" (ص ۷۰) وغیرھا کتب میں بالتفصیل موجود ہیں۔

فائدہ۲: طرفہ یہ ہے کہ مخالفین کے معتمد سید احمد برزنجی علیہ الرحمہ نے "رسالة فی علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (قلمی) کے "مطلب ثانی" میں تقسیم ذاتی (بلاواسطہ) اور عطائی (بالواسطہ) کو معتبر لکھا ہے۔

فائدہ۳: جو غیر خدا سے علم غیب کی مطلقا ایسی نفی کرے کہ کسی طرح ثابت ہی نہ مانے تو وہ ان آیات قرآنیہ کا منکر ہے جو ثابت فرما رہی ہیں اور جو مطلقا اس طرح اسے ثابت کرے کہ کسی بھی وجہ سے نفی نہ مانے وہ ان آیات کا منکر ہے جن میں نفی ہے۔ مسلمان تو سب آیات پر ایمان رکھتا ہے۔ ("الدولة المكية"، ص ۳۸)

فائدہ۴: بعض مخالفین نے آیات نفی واثبات علم میں ہر جگہ علم سے اس کا معنی مصدری انتزاعی یعنی مطلق ادراک لیا ہے جبکہ آیات نفی میں اللہ رب العزت نے جس علم کو اپنے ساتھ خاص کیا ہے وہ معنی مصدری انتزاعی نہیں کیونکہ معانی مصدریہ تو انتزاع منتزع کے تابع ہو کر فانی ہوتے ہیں (کمافی شرح ملا عبد الغفور علی "الفوائد الضیائیہ") جبکہ صفت باری تعالیٰ تو اس سے بہت بالاتر ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نفی واثبات کا نصوص قرآن میں مورد ایک ہو اور یوں قرآن عظیم میں ایک زبردست تناقض لازم آیگا۔ ("الفيوضات الملكية"، ص ۵۳)

فائدہ۵: قطب زمانہ امام المحققین والمحدثین فی عصرہ السید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ

کی تحقیق کے مطابق (''جلاء القلوب''، ۱: ۱۴۸) مخلوق کو علم غیب دیئے جانے کے حوالے سے نصوص قرآنیہ کل ۳ طرح کی ہیں:

(۱) وہ نصوص جن میں بظاہر مخلوق سے ہر غیب کی نفی کی گئی ہے۔ آپ نے آٹھ صفحات میں ان نصوص کو پیش فرما کر ان کے جواب بھی تحریر کیئے۔

(۲) وہ نصوص جن میں تمام کائنات کے علم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کیا گیا ہے لیکن علوم خمسہ کی جزئیات (لقمان: ۳۴) اور حقیقت روح کا علم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ انہی نصوص پر جمہور محدثین، عامۃ العلماء اور فقہاء یعنی علماء ظاہر کا اعتماد ہے (انہی میں سے سید احمد برزنجی مفتی شافعیہ علیہ الرحمہ ہیں جنہوں نے خاص اس مسئلہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے مدینہ شریف میں اختلاف کیا تھا)۔

(۳) وہ نصوص جن میں علی الاطلاق ابتدائے خلق سے لے کر انتہائے خلق تک کائنات یعنی زمینوں اور آسمانوں کے ذرہ ذرہ کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے جانے کا بیان ہے جس میں علوم خمسہ وعلم روح کی تمام تفصیلات بھی داخل ہیں۔ علامہ کتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان نصوص پر اکابر محققین، علماء اور اعاظم صوفیاء واہل باطن کا اعتماد ہے پھر آپ نے ص۲۳۲ سے لے کر ۴۸۸ تک اس مذہب کے دلائل تفصیل سے دیئے۔ اس مذہب کی بابت ان کا یہ قول مقصد اول میں گزر چکا کہ یہی تحقیق برحق ہے جس کے بارے میں کسی منصف کو شک نہیں ہوسکتا اور ہماری اس تصنیف یعنی "جلاء القلوب" میں اسکے دلائل پڑھنے کے بعد سوائے جان بوجھ کر غفلت برتنے والے اور متعصب شخص کے اور کوئی اس سے اختلاف نہیں کرے گا۔ یہ وہی موقف ہے جس کا ساری زندگی امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دفاع و پرچار کیا۔

فائدہ ٦: مخالفین جتنے اقوال فقہاء یا سلف پیش کرتے ہیں جن میں علم غیب کی نسبت کو مخلوق کی طرف منسوب کرنے کو کفر کہا گیا ہے ان سے علم ذاتی ہی مراد ہے ورنہ عطائی کے وہ خود قائل ہیں اسکی تصریح یا تو ان کے سیاق وسباق کلام میں ہوگی یا کہیں دوسری جگہ، اور نہ بھی ہو تو خود ظاہر کہ اقوال علماء نصوص قرآن وسنت کے موافق ہی سمجھے جائیں گے۔ ملاحظہ ہوں اسکی مثالیں: فائدہ ۱۳۔

(''خالص الاعتقاد''؛ ''فتاوی شارح بخاری''، ۱: ۴٦۹)

تاریخی فائدہ ۷: قطب مغرب علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ نے ''جلاء القلوب'' شریف اسی زمانے میں لکھی جس زمانے میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی "الدولة المكية" (سن تصنیف ۱۳۲۳ھ) حرمین کے علمی حلقوں میں دائر تھی۔ اپنی کتاب کے آخر پر وہ لکھتے ہیں: ''ووافى لي الفراغ من تبييضها بالمدينة المنورة ذات المحاسن المشهورة المسطرة عشية يوم الخميس آخر يوم من جمادى الثانية عام ثلاثة وثلاثين وثلاثمائة وألف" یعنی جلاء القلوب کا مبیضہ ۱۳۳۳ھ سرزمین مدینہ طیبہ پر مکمل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علامہ کتانی علیہ الرحمہ مسجد الحرام میں مسند احمد کا درس دیا کرتے تھے اور وہاں سن ۱۳۲۸ھ سے دوسری دفعہ مغرب سے ہجرت کر کے اقامت پذیر تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب "الدولة المكية" پر اہل مدینہ اپنے تبصرے لکھ رہے تھے (اہل مدینہ کی تقاریظ از ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۲ھ پھیلی ہیں) اور اکثر اہل علم نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقف کی تائید کی۔ بعض علماء مدینہ مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد شریف برزنجی مرحوم اور ان کے شاگرد علامہ عبد القادر طرابلسی علماء ظاہر کے موقف کی تائید کرتے ہوئے علم خمس کی تفصیلات کو نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک سے خارج جانتے تھے جس وجہ سے انھوں نے "الدولۃ المکیۃ" ایک نشست میں سننے کے بعد اس سے خالص علمی اختلاف کیا اور اسی وجہ سے ان کے قریبی شاگردوں نے بھی "الدولۃ المکیۃ" کی تائید نہ فرمائی۔ اس سے پہلے دونوں حضرات نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حسام الحرمین پر تقریظات لکھیں اور ان کی تعریف فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علماء مدینہ میں بالخصوص مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو گروہ ہو چکے تھے:

ایک وہ جس نے پوری طرح "الدولۃ المکیۃ" کی تائید فرمائی (انھیں قائلین عموم آیات کہنا بجا ہے) اور ایک وہ جو علامہ برزنجی کے موقف پر قائلین خصوص آیات تھے، جس وجہ سے علامہ کتانی نے "جلاء القلوب" لکھنے کا فیصلہ فرمایا اور کتاب کا نام ہی وہ رکھا جو قائلین عموم کی پوری حمایت پر دلالت کرتا ہے یعنی

"جلاء القلوب من الاصداء الغينية

باحاطته صلّى الله عليه وسلّم بالعلوم الكونية"

"دلوں کو غلبہ خواہشات کے زنگ سے ستھرا کرنے والی کتاب اس مسئلہ کے بیان میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم کائنات کا احاطہ حاصل ہے"۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف ایک ایسے مسئلہ پر تھا جس سے گمراہی یا کفر کا حکم کسی فریق پر نہیں لگایا جا سکتا ("رماح القہار"، فتاوی رضویہ ۲۹: ۴۱۶)۔ اس حوالے سے علامہ برزنجی کی طرف منسوب دیوبندیوں نے ایک رسالہ "غایۃ المامول" ہندوستان میں شائع کیا جس میں خالص علمی پہلو کو نظر انداز کیا گیا اور دروغ گوئی اور گالی گلوچ کو داخل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر علمائے حرمین نے

مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بدعت کا فتوی صادر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ خود سید برزنجی صاحب نے شائع نہیں فرمایا اور نہ اس کا اصل قلمی نسخہ دیوبندیوں کے پاس ہے جسے دیکھا جا سکے۔ مطبوعہ رسالہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقف کو تبدیل کر کے پیش کیا گیا ہے اور آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اس رسالہ میں تحریف اور تحویل کی "الفيوضات الملكيّة"، "إنباء الحي"، "حاسم المفتري على السيّد البري"، "رماح القهار"، "خالص الاعتقاد" وغیرھا کتب و رسائل میں جگہ جگہ ایسی ایسی نشاندہی فرمائی ہے جس سے تحقیق کرنے والے کو اچھی طرح یقین ہو جاتا ہے کہ غاية المامول کو غاية المعمول ہی کہنا چاہئے۔ مثلاً امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "الفيوضات الملكيّة" میں برزنجی صاحب کے جد امجد سید محمد بن عبد الرسول علیہ الرحمہ کے حوالے سے فرمایا کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی کتاب "الإشاعة لأشراط الساعة" میں وقت قیامت کا علم مانتے تھے تو کیا علامہ موصوف انھیں بھی طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر ان پر بھی ضال مضل ہونے کا فتوی دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

فائدہ ۸: فقیر نے مدینہ شریف کے مکتبۃ الحرم میں ریسرچ کرنے کے بعد علامہ برزنجی علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تلاش کیا جو ان کے شاگرد شیخ عبد القادر طرابلسی مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس میں علامہ موصوف نے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خالص علمی بحث فرما کر اپنا موقف بیان کیا ہے۔ اسمیں کسی ہمعصر کا نام تک نہیں اور آخر میں یہ تصریح فرمائی کہ جو علماء علم خمس وروح وغیرہ کی ساری تفصیلات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں داخل مانتے ہیں

وہ نہ بدعتی ہیں نہ کافر:"فإن قلت: قد قال بعض المتاخرين ممن قرب عصره أن علمه صلى الله عليه وسلم محيط بجميع المعلومات حتى المغيبات الخمس منهم العلامة الباجوري في حاشيته على سلم المنطق المنظوم (إلى أن قال) ومع هذا لا يلزم من قولهم المذكور كفر ولابدعةلانه مبني منهم على تاويل تلك الآيات والأحاديث كما هو الظاهر اللائق بشأنهم"

ترجمہ: "اگر تو کہے کہ بعض ایسے ماضی قریب کے علماء متاخرین نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع معلومات یہاں تک کہ غیوب خمسہ کو بھی شامل ہے۔۔۔ان کے مذکورہ قول سے بدعت لازم ہوتی ہے نہ کفر اس لئے کہ وہ ان آیات اور احادیث کی تاویل پر مبنی ہے جیسا کہ ان کی شان کے لائق یہی ظاہر ہے"۔ امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے "الفيوضات الملكية" (ص ۴۵) میں سید برزنجی علیہ الرحمہ کی اس عبارت کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔

(مخطوط "رسالة في علم النبي ﷺ"، مكتبة الحرم، المسجد النبوي)

یاد رہے کہ علامہ کتانی علیہ الرحمہ نے اسی عرصہ میں "جلاء القلوب" تحریر فرمائی جب اعلحضرت علیہ الرحمہ اور سید برزنجی علیہ الرحمہ کا اختلاف اہل مدینہ میں مشہور ہو چکا تھا تا کہ اختلاف علماء کا تجزیہ کیا جائے اور مسئلہ کی تحقیق ہو۔ آپ اس تصنیف مبارک کی ابتداء میں فرماتے ہیں:

"كان قد وقع بين جماعة من أهل الظاهر نزاع في إحاطة العلم النبوي الباهر بالمكونات (إلى أن قال) فكتبت هذه الرسالة الكفيلة ببيان ما فى المسألتين من النصوص الحفيلة حتى يتبين لكلّ ذى بصيرة وبصر أنه

الجناب الذي ما مثله خلق ولا بشر وأنه المخلوق الذي أحاط علمه بالمخلوقات وعلم كلّ ما مضى منها وما حضر وما هو آت" إلخ۔

یعنی اہل ظاہر کے درمیان علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کائنات کے بارے میں احاطہ ہونے کے حوالے سے اختلاف ہوا تو میں نے یہ تفصیلی رسالہ لکھا جس میں دونوں مسئلوں (علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اورر اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفصیلی نصوص کو بیان کیا تا کہ ہر نظر وبصیرت والے آدمی پر واضح ہو جائے کہ یہ وہ جناب ہیں جن کی طرح نہ کوئی مخلوق ہے نہ بشر اور یہی وہ مخلوق ہیں کہ جن کے علم اقدس نے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مخلوقات کے علم کا احاطہ کیا ہوا ہے''۔

اگر چہ پوری کتاب میں امام کتانی علیہ الرحمہ نے نہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا نام لیا ہے اور نہ امام برزنجی کا مگر اس کتاب کے تاریخی پہلو پر نظر کرتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ ''جلاء القلوب'' دراصل امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور اہل مدینہ میں موجودان کے مؤیدین کے موقف کی تائید میں لکھی گئی تھی۔

فائدہ۹: امام محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمہ کے فرزند سید محمد زمزمی الکتانی نے "رحلتان إلی الهند" میں اپنے والد کے متعلق لکھا کہ ان کی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کیساتھ دوران حج (۱۳۲۳ھ) ملاقات ہوئی اور انھوں نے "الدولة المكية" پر کلمات تصدیق بھی تحریر فرمائے (افسوس کہ یہ تقریظ اب تک لاپتہ ہے!) اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان کی کتاب ''جلاء القلوب'' کے بارہ اصرار فرمایا کہ وہ انھیں دی جائے تا کہ بریلی سے اسے چھاپیں اور یہ وعدہ فرمایا کہ ۵۰۰ عدد کتاب انہیں بھیجی جائیں گی مگر سید کتانی علیہ الرحمہ نے یہ عذر پیش کیا کہ کتاب ابھی نامکمل ہے۔ اللہ تعالی دونوں

کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

("مجلة الدراسات الاسلامية"، اسلام آباد یونیورسٹی، شمارہ ۳: ۳۵، ۲۰۰۰ء، ص ۲۵۶)

(2) وہ حصر علم کو سلب اعلام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر کسی نص میں علم کا حصر اللہ تعالیٰ کیلئے ہو وہاں سلب اعلام یعنی انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کو نہ بتانے کی کوئی دلیل نہیں فقط اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کا حصر اپنی ذات کیلئے اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے اور مخلوق کے علم کے درمیان فرق بیان ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، مستقل اور ماوراء الاسباب ہے جبکہ انبیاء کا عطائی غیر ذاتی اور حاصل بالاسباب ہے؛ لہذا جہاں حصر ہے یعنی کسی چیز کے علم کو اللہ نے اپنے لئے بند کر دیا ہے تو وہاں مراد ذاتی علم ہے اور اس سے عطائی علم کا انکار لازم نہیں آتا۔ مثال آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [لقمان: 34]. بلفظ دیگر وہ حصر مطلق اور حصر خاص میں فرق نہیں کرتے۔

("انباء المصطفی"، فتاوی رضویہ، ۲۹: ۵۰۲؛ "إنباء الحيّ"، ص ۴۷۔۴۸)

فائدہ ۱۰: مذکورہ آیت کے آخری حصے میں یوں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ملا جیون علیہ الرحمہ نے "تفسیرات احمدیہ" میں فرمایا کہ ﴿خَبِيرٌ﴾ اگر بمعنی مخبِر ہو تو معنی یہ ہوگا اللہ تعالیٰ اشیائے خمسہ کا علم اپنے محبوب بندوں کو دیتا ہے۔

فائدہ ۱۱: جہاں علم غیب کا حصر ہو وہاں مراد غیب مطلق حقیقی ہے یعنی جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ ("جلاء القلوب"، ۱: ۱۵۰)

(3) ثبوت علم ذاتی، نفی علم عطائی نہیں۔ یہ وجہ اگرچہ پچھلی سے ملتی ہے مگر تھوڑی مختلف ہے اس لئے کہ پچھلی وجہ میں گفتگو باعتبار حصر تھی اب یہاں مطلق ہے چاہے علم ذاتی کا ثبوت بطریقِ حصر ہو یا غیر حصر۔ اسی طرح یہ وجہ پہلی وجہ سے یوں مختلف ہے کہ پہلی

میں نفی علم کے اعتبار سے بات تھی اور یہاں ثبوت علم کے اعتبار سے بات ہے۔ اس وجہ کی تقریر یہ ہے کہ اگر کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کیلئے کسی شے کا علم ثابت کیا ہے یعنی کسی شے کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے تو اس کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شیء کا علم حاصل نہیں باالفاظ دیگر: ثبوت علم لأحدٍ نفی علم عن غیرٍ نہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ٢٧٦)

(4) انبیاء عظام سے مطلقا علم غیب کی نفی کرنے والے معنی نبوت سے غافل ہیں۔

امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کتاب الشفا میں فرمایا: النبوة هي الاطلاع علی الغیب یعنی نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

("الفيوضات الملكية"، ص ٤٧؛ "إنباء الحيّ"، ص ٢٦٣)

تو جو نبی کا ترجمہ نہ سمجھ سکا وہ نبی کی ترجمانی کیا کرے گا؟ لغت میں بھی یہی معنی ہے۔ المنجد میں ہے (جو عیسائی کی لکھی ہوئی ہے): النبوة الإخبار عن الغيب أو المستقبل بإلهام الله والنبيّ المخبر عن الغيب أو المستقبل بإلهام الله۔ اسکے دیوبندی ترجمہ مصباح اللغات (از عبد الحفیظ بلیاوی) میں ہے: اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا، آئندہ پیش گوئی کرنے والا۔ نبی کیلئے غیب دانی خاصہ لازمہ ہے جس کے بغیر وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ علامہ زرقانی علیہ الرحمہ نے شرح المواہب (۱:۱۹) میں حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کی یہ بات نقل فرمائی کہ نبوت وہ وصف ہے جو نبی کیساتھ خاص ہے جسکی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص سے مختص ہوتا ہے (إلی أن قال) تیسرا وصف: اسے ایک قوت ہوتی ہے جس سے جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: ''فتاوی شارح بخاری''، ۱: ۴۷۰)۔

فائدہ ۱۲: مطلق علم غیب تو ابتداء ہی سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ غیب دانی لازمہ نبوت ہے، وہ کتنا تھا؟ ہم یہ پہلے ذکر کر چکے کہ قدر معتد بہ حاصل تھا جس سے غیب دان کہا جاسکے۔ جو غیب نہ جانے وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ رہا جمیع ما کان وما یکون کا احاطہ تو وہ بوقت تکمیل قرآن حاصل ہوا۔

(''فتاوی شارح بخاری''، ۱: ۴۶۶، ۴۷۰؛ ''مقام ولایت ونبوت''، ص ۳۲)

(5) منکرین سمجھتے ہیں کہ وجہ تسمیہ لفظ کیلئے علت تامہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نبی کا معنی مطلع علی الغیب کیا جائے تو لازم آئیگا کہ ہر مطلع علی الغیب نبی ہو جبکہ اولیاء کرام مطلع علی الغیب تو ہوتے ہیں مگر نبی نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ وجہ تسمیہ علت تامہ نہیں کہ اسکے وجود کیساتھ لفظ نبی کا وجود مربوط ہو۔ دیکھو لغت میں صلاۃ کا معنی دعاء کیا گیا ہے مگر ہر دعاء نماز نہیں۔ اسکا ایک مشتق صلوین یعنی کولہے ہے کیونکہ نمازی کی حرکت کی وجہ سے اسکے کولہے ہلتے ہیں تو از روئے قاعدہ مذکورہ چاہئے کہ ہر ناچ کرنے والے کو نمازی (مصلی) کہا جائے؛ کیونکہ اسکے کولہے ہلتے ہیں! اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ جہاں یہ باتیں پائی جائیں وہ نماز ہوگی اسی طرح نبی مطلع علی الغیب کو ہی کہا جاتا ہے مگر ہر مطلع علی الغیب نبی نہیں ہوتا۔ یونہی ہر قائم بالذات کو جوہر نہیں کہا جاتا اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالی قائم بالذات ہے لیکن اس پر جوہر کا اطلاق درست نہیں مگر ہر جوہر قائم بالذات ضرور ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: ''فتاوی بحر العلوم''، ۶: ۳۱۴)

(6) بعض مخالفین لفظ غیب کو ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیب کی تعریف میں یہ بے جا اضافہ کرتے ہیں ''اللہ تعالی اس پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا'' جبکہ یہ تعریف درست نہیں۔ ''تفسیر بیضاوی'' میں غیب کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی: ''المراد به الخفي الذي لا يدركه الحس ولا تقتضيه بداهة العقل'' یعنی ''وہ پوشیدہ چیز جسے حواس انسانی ادراک نہ کر سکے اور بداہت عقل اسکا تقاضا نہ کرے''، دیکھئے یہاں عدم اطلاع کی قید کیساتھ اللہ تعالی کیلئے غیب کو خاص نہیں کیا گیا۔ امام رازی علیہ الرحمہ نے ''تفسیر کبیر'' میں لکھا: ''جمهور المفسرين انّ الغيب هو الذي يكون غائبًا عن الحاسة ثم هذا الغيب ينقسم إلى ما عليه دليل وإلى ما لا دليل عليه'' یعنی ''جمہور مفسرین کے نزدیک (آیت میں مذکور) غیب وہ ہے جو انسانی حواس سے غائب ہو پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں پہلی وہ جس پر دلیل قائم ہے اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہیں۔ ان تعریفات سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ غیب کا اصطلاحی معنی یہ ہے ''جس کا بداہت عقل تقاضا نہ کرے اور حواس انسانی خود ادراک نہ کر سکیں''۔

۲۔ اس کی دو قسمیں ہیں، وہ غیب جس کا علم انسانوں کو حاصل ہوتا ہے اور وہ جس کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

۳۔ جس غیب پر دلیل قائم کر کے مخلوق کو اسکا علم دیا گیا ہو وہ غیب ہی کے زمرے میں رہتا ہے اور اس پر غیب کا اطلاق اصطلاحا درست ہے اسلئے کہ بداہت عقل سے اس کا ادراک حاصل نہیں ہوا، دلیل سے حاصل ہوا ہے۔

("الكلمة العليا"، ص ۳۳؛" فتاوی بحر العلوم"، ۶:۱۷۷؛ "فتاوی شارح بخاری"، ۱:٤٥٥)

مزید یہ کہ قرآن مجید نے غیب کی نسبت مؤمنین کی طرف کی ہے: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ [البقرة: 3] میں فرمایا کہ اہل تقویٰ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے تو لازماً اہل ایمان بعض غیب کا علم رکھتے ہیں تبھی تو تصدیق کرتے ہیں اور اہل ایمان کہلاتے ہیں۔ اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی و بیضاوی نے مذکورہ بالا تعریفات ارشاد فرمائی۔

("الدولة المكية"، ص٤٦)

اللہ تبارک وتعالی نے دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً﴾ [الكهف:66] مفسرین کرام مثلاً امام طبری وقرطبی نے تصریح فرمائی کہ یہاں مراد حضرت خضر علیہ السلام کا ''علم الغیوب'' ہے۔

یونہی ارشاد حق تعالی ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ [التكوير : 24].

امام بغوی ودیگر ائمہ نے تصریح فرمائی کہ ھو ضمیر کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب نازل ہوتا تھا جس کو بتانے میں آپ بخیل نہیں تھے۔ الحاصل ان تمام جگھوں پر لفظ غیب انسانوں کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔

فائدہ ۱۳ بعض ائمہ کرام کی عبارات کی توضیح: امام نسفی علیہ الرحمہ

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [النمل:66]

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''والغیب ما لم یقم علیه دلیل ولا اطلع علیه مخلوق'' یعنی ''غیب سے مراد وہ امر ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور نہ اس پر کوئی مخلوق مطلع ہو ہے''۔ یہاں اس غیب کی تعریف کی گئی ہے جو آیت قرآنیہ میں مذکور ہے اسلئے کہ امام نسفی علیہ الرحمہ آیت میں مذکورہ الفاظ کی ترکیب بیان فرمار ہے ہیں لہذا ان کی عبارت میں واقع الغیب پر ''ال'' عہد کا ہے جس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے یعنی غیب ذاتی جس کا حصر اللہ تعالی اس آیت میں اپنے لئے فرما رہا ہے۔ یہ خلاف جمہور مطلق غیب کی تعریف نہیں ہوسکتی اسلئے کہ امام نسفی علیہ الرحمہ اس سے پہلے ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ [البقرة: 3] کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں: ''بما غاب عنهم مما انباهم به النبى صلى الله عليه وسلم من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك'' یعنی ''غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہو اور اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی جیسے موت کے بعد بعثت، حشر، حساب وغیرہ''۔ اسی طرح

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً ٥ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ﴾
[الجن: ٢٦].

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''الا رسولا قد ارتضاه لعلم بعض الغيب ليكون اخباره عن الغيب معجزة له'' یعنی جس رسول کو بعض علم غیب کیلئے چن لے تا کہ غیب کی خبر دینا اس کے لئے معجزہ ہو۔ اگر ''مطلق غیب'' کی تعریف میں یہ قید شامل ہو کہ ''اس پر کوئی مخلوق مطلع نہیں ہوتی'' تو پھر امام نسفی علیہ الرحمہ کے کلام میں کھلا تضاد لازم آیگا کہ ایک جگہ غیب کا ادراک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تسلیم کر رہے ہیں اور دوسری

جگہ عین اسی غیب کے ادراک کی نفی ۔ ہماری تقریر سے اثبات ونفی کے مورد جدا ہوجاتے ہیں اور کوئی تضاد نہیں رہتا اور یوں ان کا قول جمہور کے موافق بھی ہوجاتا ہے۔مزید یہ کہ آخر الذکر آیت قرآنی سے اس تعریف کا تضاد بھی لازم آتا ہے اسلئے کہ اگر اللہ تعالی اطلاع علی الغیب کے بعد بھی اس امر کو غیب فرمارہا ہے تو غیب کی ایسی تعریف کرنا جس میں اطلاع علی الغیب کی نفی کی جائے درست نہیں ہوگی۔امام نسفی علیہ الرحمہ کی مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر ہمارے بعض علماء سے یہاں سہو ہوا کہ امام نسفی کی اصطلاح میں غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں،عطائی کو نہیں کہتے (جاء الحق، ۱:۹۷)۔حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کا کلام بھی ہماری تائید میں ہے:''وہ بعضے (اہل علم) کون سے ہیں جنہوں نے غیب کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ سوائے رب العزت کے اور کوئی اس کو نہ جانے اور نہ حق سبحانہ تعالی نے کسی کو اس پر اطلاع دی ہو؟''۔(''الکلمۃ العلیا''،ص۳۴)

الغرض جہاں کسی عالم اہل سنت کی عبارت یوں ہو کہ''غیب اللہ تعالی کیساتھ خاص ہے''اس سے مراد غیب ذاتی،مطلق،بدون الاسباب ہوتا ہے۔جیسے علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ کی شرح العقائد کی اس عبارت میں:''وبالجملة العلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالى لا سبيل للعباد إليه" قطعا ویقیناً اسی ذاتی علم کا بیان ہے اور اس سے متصل''إلا بإعلام منه تعالى أو إلهام بطريق المعجزة أو الكرامة الخ''سے علم غیب عطائی کا ہی ذکر ہے۔اسی طرح ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی شرح الفقہ الاکبر میں اس عبارت''وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب" سے مراد لامحالہ وہی علم ذاتی بدون الاسباب ہے اسلئے کہ اس

سے متصل پہلے ہی یہ لکھ چکے ہیں ''ثمّ اعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالى '' جس میں علم غیب عطائی حاصل بالاسباب کا ذکر ہے۔ یونہی حدیث ربیع (جاریات) کی شرح فتح الباری میں علامہ ابن حجر العسقلانی علیہ الرحمہ کی اس عبارت ''انما انكر عليها الاطراء حيث اطلق علم الغيب له وهو صفة تختص بالله تعالى '' سے مراد علم غیب کا عرفاً متبادر مفہوم یعنی علم ذاتی استقلالی ہے اسلئے کہ اسکے متصل بعد آپ نے علم عطائی کا اثبات یوں فرمایا: ''وسائر ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يخبر به من الغيوب بإعلام الله تعالى إياه لا أنه يستقل بعلم ذلك''۔ (''إنباء الحيّ''، ص ۲۷۸) عجب یہ کہ غیب کی تعریف میں مذکورہ بالا بے جا اضافہ کرنے والوں میں سے بعض تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مخلوق کو بعض غیوب پر اطلاع ہوتی ہے پھر ساتھ ہی غیب کو اللہ تعالی کے ساتھ خاص کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اس تضاد بیانی پر حیرت ہوتی ہے۔ اپنی کس بات کو یہ سچا کہیں گے اور کس کو جھوٹا یہ فیصلہ وہ خود فرمالیں۔

فائدہ۴: انسبت علم غیب کی تحقیق:

مخلوق کی طرف علم غیب کو منسوب کرنے میں کل ۳ آراء سامنے آتی ہیں:

۱۔ بعض مخالفین اسکا استعمال مخلوق کیلئے مطلقاً ناجائز سمجھتے ہیں اور کچھ تو تکفیر تک کرتے ہیں یعنی کسی حال میں اسکا استعمال خواہ قید اعلام وعطا کیساتھ ہی کیوں نہ ہو ممنوع سمجھتے ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک یہ کہنا کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیا ہے باطل ہے (سرفراز خاں، ''اتمام البرهان'' ص۲۲ و''ازالة الريب''

ص ۳۸)۔ یہ بعض دیابنہ کا نظریہ ہے اور سراسر خطا ہے۔ وہ اطلاع علی الغیب جیسے کلمات کا استعمال مخلوق کیلئے جائز رکھتے ہیں۔ درحقیقت وہ سبب علم مان کر حصول علم کا انکار کرتے ہیں؛ کیونکہ علم کے تین اسباب ہیں، حواس خمسہ، خبر صحیح اور عقل سلیم۔ (کما في "شرح العقائد") تو جب اطلاع یعنی خبر رکھنے کو تسلیم کرلیا تو علم بھی ماننا پڑے گا؛ کیونکہ خبر سبب علم ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبر دے اور پھر بھی ان کو اسکا علم نہ ہو، یہ محال ہے۔

ضمنی فائدہ ۱۵: مخالفین کے معتمد سید احمد برزنجی علیہ الرحمہ نے بھی "رسالة فی علم النبی صلی الله علیه وسلم" (قلمی) کے مطلب اول کے آخر میں لکھا: "الاخبار فرع العلم" یعنی خبر دینا علم کی فرع ہے!

الغرض ان بعض دیابنہ نے اپنے دیگر بعض اکابر کا خلاف کیا ہے جیسے اشرف علی تھانوی نے "حفظ الایمان" میں مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اور مولوی مرتضی چاند پوری نے "توضیح البیان" میں متعدد بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اسی طرح مولوی حسین احمد مدنی نے "شہاب ثاقب" میں بھی اطلاق کیا ہے۔ سرفراز صاحب کے فتوی شرک کی زد میں ان علماء دیوبند کی عبارتیں لائق دید ہیں۔

۲۔ بعض متقدمین نے علم غیب کے استعمال کو بغیر قید اعلام بھی مخلوق کیلئے جائز رکھا "تفسیر ابن جریر" میں حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں ہے: کان رجلا یعلم علم الغیب. اسی میں ان کا قول مروی ہے: إنما تعرف ظاهر ما تری من العدل ولم تحط من علم الغیب ما أعلم۔ متاخرین میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ

الرحمہ کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو: ''الخواص یجوز ان یعلموا الغیب فی قضیة أو قضایا'' (''سل الحسام الہندی''، رسائل ابن عابدین) امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ''فتاوی رضویہ'' (ج ۲۹: ص۴۰۴) میں تصریح فرمائی کہ یہ اگرچہ ایک مذہب ہے مگر محققین کا مختار نہیں فی قولہ ''بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے (الی ان قال) مگر ہماری تحقیق میں (الی آخرہ)''۔اس مسئلہ میں تکفیر کی جرات کرنے والے ان عبارات علماء پر کیا فتوی لگائیں گے؟

۳۔ **محققین کا مختار** یہ ہے کہ علم غیب کی نسبت انبیاء کرام کی طرف قید عطا واعلام کیساتھ جائز ہے یعنی یوں کہنا کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیا ہے صحیح ہے۔ ہاں اگر ایسی قید سے خالی ہو تو پھر نا جائز اسلئے کہ بقول امام احمد رضا علیہ الرحمہ ''علم جب مطلق بولا جائے خصوصا جب غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے متبادر علم ذاتی ہوتا ہے اسکی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کردی ہے، اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کیلئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے''۔ (''ملفوظات''، ۳: ۳۳، ۳۴)

فتاوی رضویہ (۲۹: ۴۰۵) میں فرماتے ہیں: ''مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے''۔ زمخشری نے تفسیر الکشاف (۱: ۱۵۳) میں یہ تصریح کی: ''والمراد به الخفي الذي لا ينفذ فيه ابتداء إلا علم اللطيف الخبير وإنما نعلم منه نحن ما أعلمناه أو نصب لنا دليلا عليه؛ ولهذا لا يجوز أن يطلق فيقال فلان يعلم

الغیب"۔اسکا مفہوم یہ ہے کہ "غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس تک ابتداء (یعنی بالذات) سوائے لطیف وخبیر کے کسی علم کی رسائی نہیں۔اور اس میں سے ہم وہی جانتے ہیں جس کا ہم کو علم دیا گیا ہے یا جس پر دلیل قائم کی گئی ہے۔اسلئے بغیر قید یہ کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں"۔اس پر میر سید جرجانی علیہ الرحمہ نے یہ اضافہ فرمایا:"إنما لم يجز الإطلاق (أي نسبة علم الغيب مطلقا) في غيره تعالى لأنه يتبادر منه تعلق علمه به ابتداء فيكون مناقضا، أما إذا قيد وقيل أعلمه الله تعالى الغيب أو أطلعه عليه فلا محذور فيه"یعنی "علم غیب کی نسبت غیر اللہ کی طرف اطلاق کیساتھ جائز نہیں اسلئے کہ اس سے علم بلاسبب و بالذات متبادر ہوتا ہے تو یہ دیگر آیات کے مناقض ہوگا۔البتہ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالی نے ان کو غیب کا علم دیا یا ان کو غیب پر اطلاع دی تو اسمیں کوئی حرج نہیں"۔دیکھئے علامہ زمخشری نے دوسرے مفسرین کی طرح غیب کی دو شرعی اقسام ذاتی اور عطائی بیان کی اور میر جرجانی علیہ الرحمہ نے اس کی تائید فرمائی اور اطلاق علم غیب کے بارے میں فرمایا کہ اس سے متبادر علم ذاتی ہوتا ہے۔"إنباء الحيّ"(ص ۲۷۸،۲۸۴) وفتاوی رضویہ(۲۹:۴۰۵) کے مذکورہ بالا مقام پر بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یہ عبارات ذکر فرما کر اسی مذہب کو اختیار فرمایا اور میر جرجانی کے قول کی تفسیر یہ کی کہ "عرف" میں علم غیب کے اطلاق سے علم ذاتی متبادر ہوتا ہے اسلئے یہ اطلاق مخلوق کیلئے ایہام کی وجہ سے شرعا جائز نہیں۔ 'عرف' کی قید سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نزدیک علم غیب کے تین مفہوم ہیں:

۱) مفہوم شرعی جو صرف علم ذاتی میں منحصر نہیں، اسمیں عطائی بھی ہے اور یہ وہی ہے جو امام رازی و بیضاوی، زمخشری اور میر جرجانی کی عبارات میں مذکور ہے یعنی غیب کی اصطلاحی تعریف ''جس کا انسانی حواس ادراک نہ کرسکیں اور بداہت عقل اس کا تقاضا نہ کرے''۔

۲) مفہوم عرفی جو صرف اور صرف علم ذاتی ہے اور زمخشری و جرجانی کا اطلاق علم غیب سے منع کرنا اسی مفہوم کی وجہ سے ہے نہ کہ مفہوم شرعی کی وجہ سے کیونکہ اسکا تو وہ خود اعتراف کر چکے ہیں۔

۳) مفہوم لغوی یہ ہے ''پوشیدہ چیز کا جاننا''۔ ان مفاہیم وحقائق ثلاثہ کو یاد رکھنا ضروری ہے اور ان میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مخلوق کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنے والے کی تکفیر صرف اسی صورت میں ہوگی جبکہ وہ علم غیب کی حقیقت عرفیہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق کیلئے مانے، جیسے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں اس پر تصریح گزری۔ ہمارے بعض ہمعصر علماء اہل سنت (علامہ پیر محمد چشتی، ''اصول تکفیر''، ص ۳۷۰) نے علم غیب اصطلاحی شرعی کو علم ذاتی میں منحصر سمجھا اور ذاتی اور عطائی کو علم غیب لغوی کی قسمیں قرار دیا جبکہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحقیق اس کے خلاف ہے۔ لہذا ان کے نزدیک مخلوق کیلئے علم غیب کا اطلاق اسکے مفہوم شرعی کی وجہ سے منع ہے۔ انھوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا حوالہ دیا مگر فتاوی رضویہ کی مذکورہ بالا عبارت شاید ان کی نظروں سے نہیں گزری جسمیں عرف کی تصریح ہے۔

فائدہ ۱۶: جن علماء کے کلام میں بظاہر علم غیب کا مخلوق کیلئے اطلاق ہے ان کے کلام کے

سیاق وسباق میں کہیں نہ کہیں ایسی قید ضرور ہے جو علم غیب کے عرفی مفہوم کے موہم ہونے سے مانع ہے۔ یہاں بعض وہ قیود ذکر کی جاتی ہیں جن کے مذکور ہونے سے علم غیب کا مفہوم عرفی مراد نہیں لیا جاسکتا: تعلیم واعلام، انباء، اخبار، حصول (اللہ تعالیٰ کے بارے میں یوں کہنا کہ اسے علم غیب حاصل ہے خطا ہے اسلئے کہ اسکا علم نہ حصولی ہے نہ حضوری، دیکھئے فائدہ ۳۲)، عطاء، علم مقید، حادث، متناہی، یعلمون کثیرًا من الغیب "بتعريف الله" إيّاهم كما في تفسير "القرطبي"، نعلم الغيب "ما لنا عليه دليل" كما في تفسير الرازي، يجوز أن يعلموا الغيب "في قضية أو قضايا" كما في رسائل ابن عابدين، "يأتيه علم الغيب"، بعض الغيب و غیب حقیقی وغیر ہا اگر ان کے ساتھ علم غیب کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے تو ہر گز عرفی مفہوم مراد نہیں ہوگا اور اس سے معنی شرعی کا وہ فرد لیا جائیگا یعنی علم عطائی جو مخلوق کیلئے ثابت ہے۔ اگر بالفرض اسطرح کی کوئی قید بھی نہ ملے تو ان عبارات علماء کے بارے یہ کہا جائیگا کہ وہ مقام تعلیم میں ارشاد فرمائی مقام تبلیغ میں نہیں، یا یہ کہ اہل علم کے مابین ایسا اطلاق؛ کیونکہ موہم معنی عرفی نہیں اسلئے مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کی، ہاں جہال میں بوجہ ایہام جائز نہیں، اس تحقیق سے ہمارے ان خطباء ونعت خوانوں کو سبق سیکھنا چاہئے جو عوام کی بھری محفلوں میں فلان يعلم الغيب کے اطلاق بلا قرینہ صارفہ کرتے ہیں اور ان منکرین کو بھی جو ہر جگہ اطلاق علم غیب پر کفرو شرک کے فتوے لگاتے ہیں کہ ان کے فتووں کی زدّ میں اکابر امت آتے ہیں۔

فائدہ ۱۷: مخالفین کے معتمد سید احمد برزنجی علیہ الرحمہ جن کی طرف تحریف شدہ رسالہ "غاية المامول" منسوب کیا جاتا ہے کی اصل کتاب کا نام "منهج الوصول

فی تحقیق علم غیب الرسول'' ہے۔جس پر مخالفین کے بقول غایۃ المامول تتمہ کے طور پر مرتب کیا گیا تھا۔عنوان ہی دیکھئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صراحتا علم غیب بغیر قید لفظی کے منسوب کیا گیا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک پر علم غیب کا استعمال درست نہ سمجھنے والے اور اسے کفر وشرک کہنے والے نہ جانے اس حقیقت کو کیوں نظر انداز کرتے ہیں۔("إنباء الحيّ"، ص ۳۵۹)

(7) مخالفین غیب کے اظہار کے بعد اسے غیب نہیں سمجھتے۔ یہ خطا نصوص قرآن سے ٹکراتی ہے اسلئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب کی خبر دینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے آیات اثبات میں کلمہ ''غیب'' استعمال فرمایا۔اس خطا سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہا جائے کیونکہ اس کیلئے تو ہر شیء ظاہر ومشاہد ہے۔

فائدہ ۱۸: جب غیب کا اصطلاح شرع میں معنیٰ ''ما غاب عن الحواس وبداهة العقل'' ہے تو بذریعہ الہام یا وحی اسکا علم حاصل ہونے سے وہ غیب ہی رہتا ہے؛ کیونکہ بلا واسطہ حواس وبداہت عقل حاصل ہوا ہے۔اور غیب کے لغوی معنیٰ یعنی غائب وامر مخفی کے اعتبار سے غیب امر اضافی ہے کہ جس کو اسکا علم نہیں دیا گیا اسکے لئے غیب ہے اور جس کو دیا گیا اسکے لئے نہیں۔("الكلمة العليا"؛ "تبيان القرآن" ۱:۲۶۳)

(8) مخالفین اسماء اللہ تعالیٰ اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہیں کرتے۔ علامہ سلامۃ اللہ رامپوری علیہ الرحمہ نے علم غیب کے موضوع پر اپنی تصنیف ''اعلام الاذکیاء'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر'' هوالاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم'' کا اطلاق فرمایا۔مخالفین اسے شرک قرار دیتے ہیں جبکہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے متعدد اسماء حسنیٰ سے موسوم

ہیں ۔ امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے والد عمدۃ المحققین مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ نے ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' میں ایسے (۶۷) اسماء ذکر فرمائے ہیں اور امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے ان اسماء گرامی میں اضافہ فرما کر ان کی تشریح ایک کتابی صورت میں بنام ''العروس الاسماء الحسنی فیما لنبینا من الاسماء الحسناء'' پیش فرمائی جن میں مذکورہ پانچوں اسماء بھی دلیل کیساتھ داخل فرمائے۔

("الدولة المكية"، ص ۱۲۲)

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ''بکل شئی علیم'' کا اطلاق ہے تو لفظ ''کل شیء'' کے معانی مختلف متعلقات سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہاں ہرگز وہ معنی مراد نہیں ہوگا جو اللہ رب العزت کی طرف منسوب کرتے ہوئے مراد ہوتا ہے، صرف لفظ میں مشارکت ہے۔ ("الفيوضات الملكية"، ص ۵۲)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمہ نے بھی ان پانچوں اسماء کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا۔

("الدولةالمكية مع الفيوضات"، ص ۱۲۵۔۱۲۶؛ "الكلمة العليا"، ص ۲۸)

کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ایک ہی لقب یا نام مختلف ذوات کیلئے بولا جائے تو ہر ایک کے مناسب ہی معنی کیا جائیگا۔ دیکھو انسان سمیع و بصیر ہے اور کئی لوگوں کے نام علی و رشید ہیں مگر ان معنوں میں نہیں جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہیں۔

("الدر المختار"، كتاب الحظر والاباحة بحواله "الفيوضات الملكية"، ص ۵۲)

(9) وہ ہمارے متعلق یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ''عالم الغیب'' کا لقب استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ''فتاوی رضویہ''

(۲۹:۴۰۴)اور ''الامن والعلی'' (ص ۱۸۷) میں اسکے خلاف تصریح موجود ہے، عالم الغیب کے لقب سے عرفاً متبادر علم ذاتی ہے جیسا کہ پہلے تحقیق ہو چکی ہے۔ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں ثبوت مبدا سے صدق مشتق کے جواز کا قاعدہ جاری نہیں ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ جلیل ہیں مگر ان کے لئے جل جلالہ کا استعمال غلط ہے، عزت والے بھی ہیں مگر ان کے نام کیساتھ عز وجل کہنا منع ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ غیب کی کثیر باتیں جانتے ہیں لیکن اطلاق عالم الغیب چیزے دیگر۔ ''فتاوی شارح بخاری'' اور ''فتاوی بحر العلوم'' وغیرہا میں ہمارے علماء اہل سنت نے بار بار یہ تصریح فرمائی ہے کہ مخلوق کیلئے ''عالم الغیب'' کا استعمال جائز نہیں۔

فائدہ۱۹: بعض علماء اہل سنت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عالم الغیب کا لقب جو استعمال فرمایا جیسے پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فتاوی مہریہ میں تو اسے قید عطا وہبہ کیساتھ مقید فرمایا تو یہ معنی عرفی یعنی ذاتی علم کے مفہوم ہونے سے مانع ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ یوں اس لقب کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں (فتاوی رضویہ ۲۹:۴۰۵): ''یہ سب (ممانعت اطلاق) اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً ''عالم الغیب'' یا ''عالم الغیب علی الاطلاق'' اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل''۔

(10) مخالفین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے عالم الغیب کے استعمال کو کفر لکھتے ہیں جبکہ مذہب حنفی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کے محض اطلاق

کرنے والے کی تکفیر پر فتوی نہیں ہے۔"ردّ المحتار" (٨: ٩٤) میں ہے:

"قوله:تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز ،بل قيل : يكفر والله اعلم؛ لأنّه اعتقد أنّ رسول الله صلّى اللّه عليه وسلّم عالم الغيب. قال في "التتارخانية" وفي "الحجة": ذكر في "الملتقط" أنّه لايكفر؛ لأنّ الأشياء تعرض على روح النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم وأنّ الرسل يعرفون بعض الغيب" ۔ ترجمہ: (درمختار میں ہے) کسی نے اللہ تعالی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کونکاح کا گواہ قرار دیا تو یہ جائز نہیں۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی، (علامہ شامی فرماتے ہیں): اسلئے کہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔ تتارخانیۃ اور حجۃ میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائیگی اسلئے کہ بعض اشیاء نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس پر پیش ہوتی ہیں اور یہ کہ رسول بعض غیب جانتے ہیں"۔

فائدہ۲۰: ملفوظات امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حوالے سے ابھی گزرا کہ یہ استعمال ممنوع ہے اور ممنوع ہونے اور کفر ہونے میں بہت بڑا فرق ہے کہ ہر ممنوع کفر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی نے یہ اعتقاد رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم از خود بلا عطاء الٰہی غیب جانتے ہیں اور اس اعتقاد کیساتھ عالم الغیب کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔

فائدہ۲۱: قول ضعیف ومرجوح پر فتوی دینے والا خارق اجماع اور گنہگار ہے كما في رسم المفتي.

(11) مخالفین ہمارے کلام میں لفظ "کُل" کے اعتبارات وحیثیات کو نہیں سمجھتے۔ جب

یہ لفظ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی نسبت استعمال ہوتا ہے تو مراد دو حدوں کے درمیان علمِ تفصیلی یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کا مخلوق کے بارے میں جمیع علم ہوتا ہے، یہی علم لوح محفوظ میں ہے اور یہ قطعاً یقیناً محدود و متناہی ہے۔ اسی طرح جب آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ''بعض'' علم مانا جاتا ہے تو یہ اس کل کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ بعض سے ہماری مراد وہ بعض ہے جو کل حقیقی کے مقابلے میں ہے؛ لہذا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم کل حقیقی کے مقابلے میں بعض ہوا اور باعتبار اپنی ذاتی حدوں کے کل ہوا، الغرض اسی ایک ہی علم پر کل اور بعض کا اطلاق درست ہے اور ان دو میں کوئی بھی منافات نہیں۔ تنافی تو تب ہوتی کہ کل سے ہماری مراد کل حقیقی مستغرق لجمیع افراد الغیب ہوتا اور پھر اسے ہم بعض کہتے۔ بلفظ دیگر کل اضافی اور بعض متحد بالذات متغایر بالاعتبار ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ہم کل اضافی ہی مانتے ہیں کل حقیقی نہیں۔

فائدہ۲۲: مندرجہ ذیل دائروں سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے (اگر چہ دائرہ اولیٰ اس علم کی حقیقی تعبیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو غیر محدود ہے، یہ نقشہ صرف تقریب فہم کیلئے ہے):

(1) کل غیوب بمعنی کل حقیقی جو امور غیر متناہیہ بالفعل، ذات وصفات و امور دنیوی واخروی سب کو شامل ہے اور ابتدائے خلق تا انتہائے خلق کی حدوں سے محدود نہیں بلکہ ماکان و مایکون کی تفصیلات اس کا صرف بعض ہیں۔ فنی اصطلاح میں اسے ہم علم ''الغیب المطلق'' بھی کہہ سکتے ہیں۔

(2) کل اضافی یعنی علم ماکان و مایکون جو روز اول (ابتدائے خلق) تا روز آخر (انتہائے خلق) کو محیط ہے۔ امور غیر متناہیہ بالفعل و ماورائے قیامت وذات وصفات کو محیط نہیں۔ اسے ہم علم ''غیب مقید'' بھی کہہ سکتے ہیں۔

("إنباء الحيّ"، ص٤٨؛ "الدولة المكية"، ص١٣٢)

ان دائروں کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کل اضافی (٢) بمقابلہ کل حقیقی (١) کے بعض غیب ہے اور اس سے قطع نظر کریں اور اعتبار فقط اس کا کریں جو اسکے اپنے دائرے میں داخل ہے یعنی دو حدوں کے درمیان والا علم تو اس کو کل علم کہا جاسکتا ہے۔ دونوں کل (حقیقی واضافی) میں عموم ہی ہے لیکن اس اعتبار سے عموم ہوگا کہ وہ اس سب کو شامل ہیں جو ان کے مفہوم میں داخل ہے۔

("الدولة المكيّة"، السوال الثالث، ص١٣٢؛ "سبحن السبوح"، فتاوی رضويه ١٥: ٣١٤، ٣٢١)۔ الحاصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم مبارک پر کل اور بعض دونوں کا اطلاق درست ہے اور ہمارے کلام میں کوئی منافات نہیں۔

تنبیہ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ پہلے دائرہ والا علم اللہ تعالیٰ کے علم کی عین حقیقت ہے بلکہ اس کا علم ذاتی، واجب، غیر انفعالی غیر متغیر غیر متناہی بالفعل ہے اور مخلوق کے علم کو اس علم کیساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ ("الدولة المكية مع الفيوضات"، ص ٤٤)

اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے علم کے بالذات متباین ہے، یہ کہنا کہ مخلوق کے علم سے اللہ تعالیٰ کا علم صرف چند خصوصیات کی وجہ سے ممتاز ہے ہمارے نزدیک تقصیر ہے("إنباء الحيّ"، ص٣٦٢، ٣٦٠)۔ یہ دائرے صرف کل اور بعض سمجھانے کیلئے پیش کئے گئے ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ علم کس کا ہے۔

فائدہ۲۳: ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے جو''بعض''علم ثابت کرتے ہیں وہ عزت وتمکین والا بعض ہے جو جملہ محتویات لوح محفوظ کو شامل ہے اور دیوبندی جس بعض کوثابت کرتے ہیں وہ بغض وتحقیر والا بعض ہے کیونکہ حفظ الایمان میں تھانوی صاحب تو اس بعض کو علم بہائم وصبیان کے مشابہ یا مساوی بتا چکے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ بعض بعض میں بھی فرق ہوتا ہے!("الدولة المكية"، ص٦٩) لہذا یہ نہ سمجھا جائے کہ ہمارا اور مخالفین کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے بعض علوم کے حصول میں اتفاق ہے، اختلاف علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فقط کلمہ کل کے اطلاق کا ہے یا اطلاق عالم الغیب کا ہے، ایسا ہرگز نہیں۔ہمارا اختلاف اس بعض کی حقیقت اور تفصیلات میں بھی ہے۔

فائدہ۲۴: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق، لفظ''کل شیء'' کے باختلاف مقام پانچ مختلف معانی ہیں اور سب قرآن مجید میں وارد ہیں:

(۱) کل بمعنی شامل لجمیع المفہومات از محالات، واجبات وممکنات وجمیع معلومات کما في قوله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً﴾ [النساء: 32].

(۲) کل بمعنی شامل للممکنات الموجودۃ والمعدومۃ جو واجبات اور محالات کو شامل نہ ہو کما في قوله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرة:20

(۳) کل بمعنی شامل للموجودات الممکنۃ والواجبۃ جو معدومات اور محالات کو شامل نہ ہو کما في قوله تعالى: ﴿إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ﴾ [الملك: 19].

(۴) کل بمعنی شامل للموجود بالفعل جو ممکن غیر موجود، محال و واجب کو شامل نہ ہو کما في قوله تعالى: ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [الرعد:16].

۵) کل بمعنی شامل لجمیع الموجودات الحادثۃ جو یوم اول سے یوم آخر تک کے امور کو محیط ہو کما في قوله تعالى: ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ [يس: 12]

("الدولة المكية"، ص ١٢٤)

اللہ تعالیٰ کے بارے یہ کہنا کہ اسے ''کل شیء کا علم'' ہے بمعنی اوّل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہنا بمعنی خامس ہے۔ ان سب معانی میں لفظ ''کل شیء'' باعتبار حقیقت ہی مستعمل ہے اور سب میں عام ہے اگرچہ ہر ایک کے دائرہ وسعت وعموم میں باعتبار متعلق ومنسوب الیہ فرق ہے کما لا یخفی۔

فائدہ ۲۵: ''کل شیء'' اور ما کان وما یکون کا ایک ہی معنی ہے۔ دونوں متناہی ہیں اور دنیا تک محدود۔ اسی طرح ''علم الاولین والآخرین'' کا بھی یہی معنی ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ٦٩؛ ''فتاوی شارح بخاری''، ا:۴۶۶)

فائدہ ۲٦: '' ازل سے ابد تک کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا'' کہنا جائز ہے۔ یہاں ازل وابد علم کلام کی اصطلاحات مراد نہیں بلکہ جانب ماضی ومستقبل کیلئے ایک لمبی مدت مراد ہے۔

("الدولة المكية"، ص ١٣٠۔١٣١؛ "إنباء الحيّ"، ص ٢٠)

(12) وہ اطلاقات تناہی وعدم تناہی بمعنی لاتقفی عند حد کو متناقض سمجھتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ما کان وما یکون متناہی محدود ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں اگر ابتدائے خلق تا انتہائے خلق (روز قیامت) کی حدوں کا اعتبار کریں تو متناہی ہے اور اگر ترقی کی جانب کالحاظ کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں بڑھ رہا ہے اور امور آخرت واحوال

جنت ودوزخ وغیرہا کے بارے میں بھی ترقی پذیر ہے محیط نہیں تو اسے غیر متناہی بمعنی لاتقفی عند حد کہہ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کیساتھ علم غیر متناہی بالفعل خاص ہے اور ''لاتقفی عند حد'' اس کے بندوں کے ساتھ خاص ہے۔

(''الدولة المكية'' ،السوال الرابع، ص۱۳۳؛''إنباء الحيّ''، ص ۳٦۲)

فائدہ ۲۷: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں جو یہ دعاء رب زدنی علما مانگا کرتے تو اس کے دو دور ہیں؛ پہلا دور قرآن مجید وعلم ما کان وما یکون کی تکمیل سے پہلے کا ہے تو اسوقت علم ما کان وما یکون اور ماورائے ما کان وما یکون کی زیادتی مراد ہے اور دوسرا نزول قرآن وعلم کائنات کی تکمیل کے بعد کا دور ہے تو اسوقت معارف ذات وصفات باری تعالیٰ اور دیگر علوم غیر متناہیہ کے علم کی زیادتی مراد ہے۔لہذا بعد تکمیل علم کائنات بھی اگر اس دعاء کا پڑھنا ثابت ہوتو ہمارے مدعا کو مضر نہیں؛ کیونکہ دعاء کا مقصود وہ علم ہے جو ما کان وما یکون کی حدوں سے وراء ہے۔

(13) وہ صفت مخلوق کو خالق کیلئے ثابت کر کے خود شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

دیوبندی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو''ما کان وما یکون'' سے تعبیر کرنے سے روکتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں؛ کیونکہ ان کی فہم میں علم غیب سارا یہی ہے۔اسی طرح علم محیط بالارض کو اللہ تعالیٰ کی صفت علم قرار دیتے ہیں جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ما کان ایک حد ہے اور ما یکون دوسری حد ہے اور جو ان میں ہے سب محدود ومتناہی ہے۔ایسا ہی علم محیط بالارض محدود ہے تو علم متناہی محدود تو مخلوق ہی کیلئے روا ہے، خدا تعالےٰ کی صفت ہرگز نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالی کیلئے صفت مخلوق ثابت کرنا شرک ہے۔شرک کا مفہوم صرف یہ ہی نہیں کہ خالق کی کسی صفت میں مخلوق کو

شریک کیا جائے بلکہ یوں بھی شرک ہوتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت میں خالق کو شریک کیا جائے۔اب مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود اپنے جال میں پھنس گئے۔

("الدولة المكية" ص ٥٤؛"إنباء الحيّ"، ص ٣٠٩)

فائدہ ۲۸: اگر کسی سنی عالم کی تحریر میں کسی ایک جزئی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دائمی علم تسلیم بھی کیا گیا ہو تو اس سے شرک لازم نہیں آتا؛ اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جو علم دائمی مسلم ہے وہ ضروری ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف دائمی ہی ہوگا۔دوام اور ضرورت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر ضرورت میں دوام ہوتا ہے مگر ہر دوام میں ضرورت نہیں ہوتی كذا فى عامة كتب المنطق. پس اس نظریہ کی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دائمی اللہ تعالیٰ کے علم دائمی ضروری کا عین نہیں بلکہ اسکا غیر ٹھہرا۔یاد رہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو تدریجا علم ما کان وما یکون حاصل ہوا۔

(14) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم ما کان وما یکون ثابت ماننے سے سمجھتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کے علم کے مشابہ ومساوی کرنا ہے۔حالانکہ ہماری توضیح سابق میں بیان ہوا کہ ما کان ایک حد ہے جو ابتدائے خلق سے عبارت ہے اور ما یکون دوسری حد جو قیام قیامت تک کے امور سے عبارت ہے تو جو کچھ ان دو حدوں میں گھرا ہوا ہے محدود ہے۔یہ عین اللہ کے علم کی حقیقت کب ہوسکتا ہے حالانکہ اسکا علم غیر متناہی بالفعل، ذاتی غیر عطائی، واجب، قدیم، غیر ممکن التغیر والتبدل، غیر انفعالی، غیر مخلوق، غیر مقدور، محیط باحاطہ کلیہ حقیقیہ استغراقیہ تفصیلیہ جو تمام معدومات، مستحیلات وموجودات

ومقدورات وامور دنیا وماورائے قیامت سب کو شامل ہے اور اسے اپنی ذات وصفات کا بھی کامل علم ہے۔ جب ہمارے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی حقیقت ہی اللہ تعالی کی صفت علم کے مبائن ہے تو مساوات وتشابہ کا الزام دینا محض مغالطہ دہی کے سوا اور کیا ہے؟

("إنباء الحيّ"، ص ٣٦٠؛ "الدولة المكية"، ص ٥١؛ "إنباء المصطفى"، فتاوى رضويه، ٢٩:٥٠٠)

فائدہ۲۹: تمام ذرات کائنات از فرش تا عرش کا علم تفصیلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے کیونکہ یہ منجملہ ما کان وما یکون میں داخل ہے (مثلا کسی ایک ذرے کے حالات موجودہ مثل حرکت، سکون، انتقال وحالت کا روز اول سے تا روز آخر کا علم) یہ سب متناہی بالفعل ہے۔ اللہ تعالی کے علم کی شان تو یہ ہے کہ ایک ایک ذرہ کائنات کے اسے غیر متناہی بالفعل علوم ہیں (مثلا ایک ذرے کے حالات موجودہ، ممکنہ ومعدومہ کا تفصیلی علم جو غیر متناہی در غیر متناہی ہے)؛ تو ہمارے متعلق وہم مساوات کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

("إنباء الحيّ"، ص ٢٦٦، ٣٦٣، ٣٦٧؛ "الدولة المكية"، السوال الخامس، ص ١٣٤، ص ٤٠، ٤١-٤٢)۔ مقصد اول کو بھی اس حوالے سے ملاحظہ کیا جائے۔

فائدہ۳۰ بعض عرفاء کا مذہب: شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں بعض عرفاء (سیدی ابو الحسن بکری اور انکے اتباع جیسے علامہ عشماوی، علامہ عمر حلبی علیہم الرحمہ) کا یہ مذہب نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالی کے علم کے

مساوی یعنی مقدار میں غیر متناہی بالفعل ہے اور ان دونوں میں حدوث وقدم واصالت وتبعیت کا فرق ہے۔ یہ مذہب اگرچہ دلائل صحیحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ''خطا باطل'' ہے مگر اس طبقہ اولیاء کی نہ تکفیر درست ہے اور نہ تضلیل اسی لئے شیخ محقق علیہ الرحمہ نے نہ ان کی تکفیر کی نہ تضلیل بلکہ انھیں ''بعض عرفاء'' کہا۔ امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمہ نے سیدی ابوالحسن بکری صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف پر تفصیلی گفتگو فرمائی، ان کی جلالت شان کو کئی القاب کیساتھ بیان فرمایا اور آخر میں اس بات کی تصریح کی کہ ان عرفاء کی تکفیر کرنا اصول کی روشنی میں غلط ہے خصوصا ان کے اس کلام کی وجہ سے جس میں اختصار ہے مثلا ''أنّ النبي صلّى الله عليه وسلّم كان يعلم جميع علم الله'' کیونکہ اس سے ذاتی وقدیم علم ہونا اگر لازم مان لیا جائے تو لازم القول ہوگا اور لازم القول اس صورت میں مذہب قائل نہیں ہوتا جہاں لزوم غیر بین ہو اور یہاں غیر بین ہے پھر ان کی تصریحات میں اس لازم کی نفی بھی موجود ہے۔

("جلاء القلوب"، ۱:۱۳۷۔۱٤٤)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے خود بھی اس موقف کا رد کیا مگر اس کے قائلین کی تکفیر وتضلیل کی راہ کو مسدود مانا ہے اور اسکی وجوہات بھی لکھی (الف) کہ اس پر کوئی نص نہیں چہ جائیکہ کہ قطعی ضروری ہو کہ اللہ تعالی بعض علوم غیبیہ بتانے پر مجبور ہے اور ہمیں نص سے معلوم ہے کہ وہ ہر شیء پر قادر ہے اور اللہ تعالی کا کسی علم کو اپنی ذات میں حصر کرنا اسکی عطا کے منافی نہیں کہ حصر سے مراد بالذات علم ہے (ب) اور مخلوق کا غیر متناہی بالفعل علم کا احاطہ نہ کرسکنا صرف دلیل عقلی سے ثابت ہے جس پر شرع میں کوئی نص نہیں اور مسئلہ عقلیہ کا انکار صرف اسی صورت میں کفر ہوتا ہے جبکہ اصول دین کا

اس سے انکار ہو۔ ("الفیوضات الملکیة"، ٤٤، ٤٥)

افسوس ہے ان نام نہاد محققین پر جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی ان پر عقیدۂ مساوات علم کا الزام لگاتے ہیں۔ باقی رہا بعض متاخرین علماء کا یہ لکھنا کہ جو تسویہ کا قائل ہوا جماعا کافر ہے تو ان کی مراد تسویہ من کل جھة ہے یوں کہ دونوں علم عین مانے جائیں تو یہ کفر ہے۔

("الفیوضات الملکیة"، ص ٤٥).

فائدہ ۳۱: امام اہل سنت علیہ الرحمہ "خالص الاعتقاد" (فتاوی رضویہ، ۲۹:۴۵۱) میں علم الٰہی اور علم مخلوق کی نسبت سے متعلق لکھتے ہیں: "بلاشبہہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی تو درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء مرسلین وملائکہ ومقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کڑوڑ ہا سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کڑوڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کڑوڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔۔۔ تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلا نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات"۔ بعینہ یہی مضمون "الدولة المکیة مع الفیوضات" (ص ۴۴) میں بھی موجود ہے۔

فائدہ ۳۲: مخالفین دراصل علم الٰہی کی صفت کو سمجھے ہی نہیں تبھی انھیں شرک کا وہم ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ ملفوظات (۲:۶۴) میں فرماتے ہیں: "فلاسفہ نے جو یہ کہا کہ علم سے ہمارے صورت حاصلہ عند العقل کا نام ہے یہ غلط ہے۔ ان سفہاء نے اصل وفرع میں فرق نہیں کیا۔ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے، نہ کہ

حصول صورت سے علم۔ علم وہ نور ہے جو شیء اس کے دائرے میں آ گئی منکشف ہوگئی اور یہ جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگی۔ جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے؟ حق تعالیٰ صورت، ارتسام و نور عرضی سب سے منزہ ہے اس کا علم حضور معلوم کا محتاج نہیں، اس کا علم حضور و حصول دونوں سے منزہ ہے۔ اس کا علم اس کی صفت قدیمہ قائمہ بالذات لازم نفس ذات ہے جو کیف سے منزہ ہے"۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے علم کے بالذات متباین ہے، یہ کہنا کہ مخلوق کے علم سے اللہ تعالیٰ کا علم صرف چند خصوصیات کی وجہ سے ممتاز ہے ہمارے نزدیک درست نہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۳٦٦،۲، ۳٦۰)

فائدہ ۳۳: علم الٰہی کے غیر متناہی بالفعل ہونے کے حوالے سے بعض اجلہ محققین (ملا خیالی، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی) کو زبردست اشکال ہوا ہے جس کی تفصیل امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے رسالہ "القمع المبین لآمال المکذبین" (فتاوی رضویہ ۱۵: ٤۷۳) میں ملاحظہ کی جائے۔ بعینہ وہی اشکال علامہ عبد النبی احمد نگری کو بھی "دستور العلماء" (۲: ۳۷۷) میں واقع ہوا۔ امام الحرمین جوینی علیہ الرحمہ کی طرف بھی یہ اشکال منسوب ہے کہ اگر علم الٰہی تفصیلی ہو تو غیر متناہی نہیں ہوسکتا اور امام سبکی علیہ الرحمہ نے "طبقات الشافعیة الکبری" میں اسکی توجیہ کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ یہ شیخ پر افتراء ہے۔ علم الٰہی کی تحقیق پر امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی ان کتب سے استفادہ کیا جائے:

"الدولة المکیة"، "ملفوظات"، ۲: ۱٦۴۔٦۵؛ "إنباء الحي"، ص ۳٦۳؛ "القمع المبین لآمال المکذبین"، فتاوی رضویہ ۱۵: ۴۷۳۔

(15) مخالفین نے علم محیط بالارض کو اللہ تعالی کی صفت قرار دیا۔ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کر کے شیطان کیلئے ثابت مانا۔ جبکہ شرک ہمیشہ شرک ہوتا ہے کبھی ایک مقام پر ایمان نہیں ہوسکتا۔

فائدہ ۳۴: مخالفین کے فتوی شرک کو باطل کرنے کا لاجواب طریقہ یہ ہے کہ ان سے سوال کیا جائے: کیا اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ اپنی کسی مخلوق کو آسمان وزمین کی باتوں کا علم دے، یا دیکھنے کی قوت دے یا تمام آوزوں کو سننے کی طاقت دے؟ اگر وہ کہیں نہیں، تو انھوں نے ایک امر ممکن سے اللہ تعالی کو عاجز مانا اور یہ کفر ہے۔ لہذا انھیں تسلیم کرنا ہوگا کہ اللہ تعالی اس بات پر قطعاو یقیناً قادر ہے اور جس پر وہ قادر ہو وہ شرک نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ شرک اثبات شریک ہے اور اثبات شریک محال بالذات اور قدرت محال بالذات سے متعلق ہی نہیں ہوتی۔ ("إنباء الحيّ"، ص۳۰۸)

فائدہ ۳۵: شرک اعظم محالات عقلیہ ذاتیہ کے اعتقاد کا نام ہے ("حیات الموات فی بیان سماع الاموات"، ص ۲۳)۔ علم ما کان وما یکون عطائی یا علم محیط بالارض عطائی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلیئے ثابت ماننے سے کونسا محال عقلی لازم آتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے کہ منکرین سے اسکا کوئی جواب نہیں بن پاتا۔

فائدہ ۳۶: مخالفین نے مخلوقات میں سے لوح وقلم کیلیئے علم ما کان وما یکون کو تو تسلیم کرلیا مگر افضل المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کیلیئے محال جانا جبکہ اگر غیر اللہ کیلیئے اس کا اثبات شرک ہوتا تو پھر یہ خود اپنے قول سے مشرک ٹھہرتے کیونکہ لوح وقلم غیر اللہ ہیں۔

("إنباء الحي"، ص ۳۷۲،۳۷۶)

(16) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر لفظ علم کا اطلاق نہیں کرتے؛ کیونکہ ان کے نزدیک حقیقت میں علم وہی ہے جو کاسب وموصل ہو یعنی اس بات کی صلاحیت رکھے کہ کسی کلی کے تمام افراد وجزئیات کو جان لے کما صرّح بذلك المحدّث الديوبندي أنور شاه الكشميري في "فيض الباري" حالانکہ علم کو کاسب وموصل کہنا ارباب منطق کے نزدیک غلطی ہے۔ کاسب تو قول شارح اور حجت ہیں اور کسی نے بھی انہیں علم نہیں کہا پھر اس فاسد نظریہ کی بنیاد پر لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم دائمی بالفعل نہ ہو بلکہ حصولی اور بالقوۃ ہو معاذ اللہ۔ (''مقام ولایت ونبوت'')

(17) بعض دیوبندی علماء نے جزئیات کے ادراک کو علم سے نکالا اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بالجزئیات پر باریک حملہ کیا جبکہ یہ نظریہ خلاف تحقیق ہے۔ قال المحدّث الديوبندي أنور شاه الكشميري في "فيض الباري" (١٥١:١): "لأن علم الجزئيات ليس بعلم في الحقيقة".

(18) مخالفین مطلق العلم اور العلم المطلق میں درست فرق کرنے سے قاصر ہیں پھر العلم المطلق کی ایسی توجیہ کرتے ہیں جو خلاف تحقیق ہے۔ ''اتمام البرھان'' میں دیوبندی عالم سرفراز گکھڑوی نے جو یہ قول کیا کہ الغیب لمطلق کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے اور اسکی نفی جمیع افراد کی نفی سے ہوتی ہے تو یہ کسی کا مذہب نہیں اور اس نے اس نئی تعریف سے یہ کہنا چاہا کہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الغیب المطلق منتفی ہے تو یہ اسی صورت میں ہوگا جب غیب کا ہر ہر فرد آپ کی ذات سے منتفی ہو اور یہ نظریہ کفر ہے بوجہ انکار مطلق بعض مغیبات۔

فائدہ ۳۷ تحقیق اصطلاحات اہل منطق واصول

طبیعت مطلقہ اور مطلق طبیعت کی بحث میں علماء اصول ومنطق کے درمیان اختلاف ہے۔ دونوں نے انکے جدا جدا احکام بیان فرمائے ہیں، اسکی تفصیل یہاں بعونہ تعالیٰ بیان کی جاتی ہے جس سے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے گا اور دونوں کے مفہوم واحکام علیحدہ علیحدہ روشن ہوجائیں گے، وباللہ التوفیق۔

اصطلاح مناطقہ میں "الشيء المطلق": اس درجہ میں طبیعت کو حیثیت اطلاق سے مقید کیا گیا ہے اور اسمیں شیوع وعموم ہوتا ہے۔ اسکا وجود وتحقق اسکے افراد کے وجود کیساتھ مربوط نہیں بلفظ دیگر بوجہ حیثیت اطلاقیہ اسکے افراد کے احکام اسکی طرف سرایت نہیں کرتے، یہ قضیہ طبعیہ کا موضوع ہوتا ہے اور اس وجہ سے اسکا وجود صرف ذہنی ہے کذا التحقیق فی "حاشية بحر العلوم المدراسي على مير زاهد" "ملا جلال"، و"القول الأحسن على ملا حسن" و"الفتاوى الرضوية" (۱۷۷:۱۳)۔

اصطلاح اصول فقہ میں "الشيء المطلق": اس درجہ میں ظاہر ہے کہ طبیعت کو مقید کیا گیا ہے اور اسکا مفاد بھی عموم وکلیت ہے۔ فرق یہ ہے کہ اسکا وجود وتحقق اسکے افراد کے وجود کیساتھ مربوط ہے بلفظ دیگر اسکے افراد کے احکام اسکی طرف سرایت کریں گے۔ اسکا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہوگا؛ لہذا اسکا قضیہ موجبہ کلیہ ہوگا اور اسکی نفی کسی ایک فرد کی نفی سے حاصل ہوجائیگی؛ لہذا اسکا قضیہ سالبہ جزئیہ ہوگا کذا في "الدولة المكية" (ص ۳۹).

اصطلاح مناطقہ میں "مطلق الشيء": اس درجہ میں طبیعت کو ہر قید سے علیحدہ کیا گیا ہے حتی کہ قید اطلاق سے بھی۔ اسکی طرف اسکے افراد کے احکام سرایت کرتے ہیں، اسکا تحقق اسکے ایک فرد کے تحقق سے ہوگا اور اسکی نفی ایک فرد کی نفی سے حاصل ہوگی۔

(كذا في "مير زاهد" على "ملا جلال"، ص ١٠٠ و "حاشيه الخيرآبادي" على "القاضى مبارك"، ص١٤٨).

اصطلاح اصول میں "مطلق الشيء": اس درجہ میں طبیعت قید اطلاق سے مقید نہیں۔ اسکا تحقق فرد خاص کے تحقق سے نہیں ہوگا (خلافاللمناطقہ) بلکہ فرد منتشر کے تحقق سے ہوگا اور اسکی نفی تب ہوگی جب اسکے جمیع افراد کی نفی ہوگی۔ اسے طبیعت ممکنہ من ای فرد بھی کہا جاتا ہے؛ لہذا یہاں قضیہ ایجابیہ جزئیہ ہوگا اور سالبہ کلیہ ہوگا، كذا في "الدولة المكية" (ص٣٩) والتحقيق الكامل في "أصول الرشاد لقمع مباني الفساد" (ص١١٨) للعلامة المفتي نقي علي خان.

کیونکہ اس مقالہ میں خاص تحقیقات رضا کی روشنی میں مسئلہ علم نبوی پر بحث کی جارہی ہے اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے العلم المطلق اور مطلق العلم کی تقسیم میں مطلق اصولی کے اعتبار سے "الدولة المكية" (ص٣٩) میں تقسیم کی ہے؛ لہذا مناسب یہ ہے کہ اہل اصول کی تعریفات اور احکام کا یہاں مفاد ذکر کیا جائے:

١۔ جب ہم مطلق العلم کسی شخص کیلئے ثابت مانیں تو یہ ثبوت جزئی ہوگا جو بعض افراد علم کو شامل ہے کل علم کو نہیں۔ جب ہم مطلق علم کی کسی سے نفی کریں تو اس سے سلب جمیع افراد علم کا ہوگا۔ یعنی اگر ہم یوں کہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق علم غیب حاصل تھا تو ثبوت بعض غیب ہوگا اور جب یوں کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق

علم غیب نہیں تو مراد کوئی ایک بھی فرد غیب کا علم انھیں حاصل نہ تھا۔

۲۔ جب علم مطلق کا ثبوت کسی کیلئے کریں تو اس کے لئے جمیع افراد علم کا ثبوت ہوگا اور جب کسی سے اسکی نفی کریں تو کسی ایک فرد کی نفی سے حاصل ہوگی جمیع افراد کی نفی پر اسکی نفی موقوف نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کیلئے علم غیب مطلق تفصیلی مانتے ہیں جس سے کوئی بھی فرد غیب باہر نہیں۔

فائدہ ۳۸ وعلم غیب مطلق کی تفصیل: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ الغیب المطلق کا علم جہت اجمال کے اعتبار سے مخلوق کو بھی حاصل ہے جبکہ جہت تفصیل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ الغیب المطلق کو مخلوق کیلئے ثابت ماننے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ غیب مطلق کی بیان کردہ تعریف کی روشنی میں پھر لازم آیگا کہ مخلوق کیلئے بھی جمیع افراد غیب کے علم کا ثبوت ہو جبکہ جمیع افراد غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اسکا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اجمالاً مخلوق کو جمیع افراد غیب کا علم حاصل ہوسکتا ہے اور مومن کو بالفعل حاصل ہے جسکی تقریر خود امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یوں کی کہ غیب مطلق اجمالی جو مرتبہ بشرط لاشیء میں ہو یعنی جسمیں یہ شرط ہو کہ بعض معلومات دوسرے بعض سے کلیۃً ممتاز نہ ہوں اللہ تعالیٰ کا علم ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس کے علم میں تو کمال امتیاز وتفصیل ہے۔ اپنے اس موقف پر قرآنی شاہد بھی پیش کرتے ہیں کہ جب بندہ ءمومن اس آیت: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [الاعراف: 75]. پر ایمان لایا تو اس نے کل شیء کہنے سے جمیع معلومات الٰہیہ کو اجمالاً ملاحظہ کرلیا پھر اس آیت کی تصدیق کی اس سے یہی غیب مطلق اجمالی کا علم اسے حاصل ہوا ہے اور جو اسکا انکار کرتا ہے اس آیت سے کفر کرتا ہے اسی وجہ سے غیب مطلق اجمالی مومن کیلئے

ثابت ماننا ضرورت دینی بھی ہے اور عقلا بدیہی بھی۔ ("الدولة المكية"، ص ٤٥)
رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مطلق علم غیب ثابت کرنا تو اسمیں کوئی خرابی نہیں
کیونکہ علم غیب مطلق کی طرح اسمیں شیوع وعموم نہیں ہوتا بلکہ قضیہ موجبہ جزئیہ وسالبہ
جزئیہ دونوں صادق آتے ہیں اسی وجہ سے مطلق علم غیب اللہ تعالی کا علم نہیں کہلا سکتا کہ
اسمیں تو حقیقی کلیت وعموم ہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب علم غیب مطلق اجمالی ہم نے
اللہ تعالی کی عطا سے مخلوق کیلئے ثابت مان لیا تو پھر مطلق علم خواہ اجمالی ہو خواہ تفصیلی از
خود ثابت ہے۔ ("الدولة المكية"، ص ٤٦)

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو علم خاص ہے وہ علم مطلق تفصیلی ہے اور
علم مطلق اجمالی من جہۃ شرط لاشیء، مطلق علم تفصیلی واجمالی یہ تینوں اللہ تعالے کیساتھ
خاص نہیں۔ مطلق علم اجمالی وتفصیلی تو تمام اہل ایمان کو حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم علم
مطلق تفصیلی ہے اور جمیع معلومات کو باحاطۂ حقیقہ محیط اور ذاتی ہے۔ تو نفی والی آیات
میں یہی دو امر منفی ہیں یعنی احاطہ کلیہ حقیقیہ تفصیلیہ وعلم ذاتی۔ مخلوق کیلئے علم عطائی
ثابت ہے اس کا ایک فرد بھی خالق کیلئے ثابت نہیں خواہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق العلم
التفصیلی او الاجمالی اور کسی مخلوق کی تعریف اگر علم کے حوالے سے ہو تو مطلق علم تفصیلی
کے اعتبار سے ہی ہوتی اجمالی کے اعتبار سے نہیں کی جاتی ہے۔

("الدولة المكية"، ص ٤٦)

فائدہ ۳۹ سید میر زاہد علیہ الرحمہ کا رد: یہاں الشیء المطلق منطقی کی وہ تعریف
ذہن کی طرف نہیں جانی چاہئے جو حضرت سید میر زاہد علیہ الرحمہ نے شرح ملا جلال

میں کی ہے؛ کیونکہ اس تعریف کے لحاظ سے علم غیب مطلق اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ اسمیں قضیہ موجبہ جزئیہ آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں صرف ایجاب کلی ہے۔الشیء المطلق کے بارے میں سید میر زاہد علیہ الرحمہ نے ''شرح ملا جلال'' اور ''میر زاہد'' امور عامہ میں فرمایا کہ اسکا تحقق ایک فرد کے تحقق سے ہوتا ہے اور اسکا انتفاء جمیع افراد کے انتفاء سے ہوتا ہے اور اسی مذہب کو علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی کتاب ''مقام ولایت ونبوت'' میں تحقیق قرار دیا اور علامہ فضل حق خیر آبادی نے ''حاشیہ قاضی مبارک'' میں اسی کو ذکر فرمایا جبکہ شارح امور عامہ وحید الزمان نے متضاد باتیں لکھی ہیں یوں کہ ایک صفحہ پر اسکی تائید کی اور دوسرے صفحے پر اسکے برخلاف تصریح کرتے ہوئے لکھا کہ حیثیت اطلاقیہ اس بات سے روکتی ہے کہ شئ مطلق کے افراد کے احکام اسکی طرف سرایت کریں۔عجب یہ ہے کہ خود سید میر زاہد علیہ الرحمہ نے ''ملا جلال'' کے حاشیہ پر اس بات کا اعتراف کرنے کے فوراً بعد ہی اسکے برخلاف تصریح فرمادی اور شئ مطلق کو افراد کے احکام کیساتھ مربوط مانا:

قال: "لا يصحّ إسناد أحكام الإفراد إليه؛ لأنّ الحيثية الإطلاقيه تأبى عنه وهو بهذا الاعتبار يتحقّق بتحقّق فرد ما ولاينتفي بانتفائه بل بانتفاء جميع الأفراد"۔ (ص ١٠٠،١٠١)

مطلق سے متعلق اصطلاح مناطقہ میں تحقیق وہی ہے جو ہم نے بحوالہ ''فتاوی رضویہ'' (ج ١٣: ١٧٦، ١٧٧) ودیگر حواشی سے پہلے ذکر کی۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے صاف فرمایا کہ محققین نے سید میر زاہد کے اس موقف کا متعدد وجوہ سے ردّ کیا ہے پھر اسکے بطلان کی وجہ بھی ذکر فرمائی۔لہذا علامہ سعیدی صاحب نے

اپنی مذکورہ کتاب میں قول مختار کے مطابق تقریر نہیں فرمائی۔اس حوالہ سے مزید تحقیق علامہ پیر محمد چشتی صاحب کی کتاب ''اصول تکفیر'' (ص ۴۵۸) میں دیکھ لی جائے تو از حد فائدہ مند ہوگی۔عجب یہ ہے کہ دیوبندی عالم سرفراز گکھڑوی کا استعمال الشئی المطلق کسی بھی اصطلاح اہل علم کے موافق نہیں، نہ اہل منطق کی اصطلاح کے موافق ہے اور نہ اہل اصول کی اصطلاح کے موافق۔اس سے قارئین خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی علم کی خاطر بعض علماء دیوبند نے علم دین کی خدمت کا کتنا شرف حاصل کیا ہے۔

فائدہ ۴۰: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے اللہ کی عطا سے مطلق علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے کہ تمام امور آخرت وحشر ونشر وغیرہا انہی کے بتانے پر موقوف ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کیلئے علم الغیب المطلق کا عقیدہ رکھنا بھی ضروریات دین سے ہے ("الدولة المکیة"، ص ٤٦)۔اسی وجہ سے دیوبندی عالم مرتضی چاندپوری نے ''توضیح البیان فی حفظ الایمان'' میں ''مطلق بعض مغیبات'' کا علم مخلوق کیلئے ثابت مانا ہے۔

فائدہ ۴۱: بعض علماء نے علم غیب کی مطلق ومقید کی طرف بھی تقسیم کی ہے۔یہاں علم الغیب المطلق خالق کی صفت ہے اور مقید مخلوق کی۔مقید کو خالق کیلئے نہیں ثابت کیا جاسکتا۔

(19) مخالفین قلت وکثرت کے امر اعتباری ہونے کو نہیں سمجھتے۔ایک ہی شیء باعتبار دوسری شیء کے قلیل ہوسکتی ہے مگر اپنی ذات کے اعتبار سے کثیر ہوسکتی ہے۔دیکھئے سو ۱۰۰ کا عدد ایک لاکھ کے مقابلے میں قلیل ہے مگر اپنی ذات کے اعتبار سے کثیر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بنسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے بے شک قلیل ہے مگر بنسبت مخلوق کے علم کے عظیم وکثیر ہے بایں طور کہ کسی کا علم اتنا نہیں جتنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ان دونوں باتوں کو ان دو آیات کے تناظر میں سمجھا جائے ﴿مَا أُوتِيتُم مِّن الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: 85] میں تمام مخلوقات کیلئے قلیل علم ثابت کیا گیا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ [النساء:113] اس مقام امتنان میں صراحت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے؛لہذا یہ اعتراض درست نہ ہوگا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم قلیل ہے کیونکہ نص نے مخلوق کے علم کو قلیل کہا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان میں داخل ہیں تو وہ علم عظیم کیسے ہوسکتا ہے؟اس لئے کہ قلیل بالنسبة إلى علم الله اور شیء ہے اور عظیم وکثیر فی نفسہ اور شیء ہے۔ یہ مخالفین کا قصور ہے کہ ان میں منافات سمجھ بیٹھے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۳۶۰؛ "الكلمة العليا")

(20) منکرین کا یہ شبہ ہے کہ غیب پر قدرت رکھنا بایں طور کہ جب چاہے دریافت کرلے صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب جاننے پر کوئی قدرت نہیں۔اسکا جواب یہ ہے کہ علم غیب ایک معجزہ ہے اور معجزہ اللہ کی طرف سے نبی کو دی گئی قدرت اور طاقت میں ہوتا ہے۔خود نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں اسکا اقرار کیا۔ابھی امام غزالی کی بات بحوالہ زرقانی بھی گزری جسمیں امام غزالی نے مزید یہ بھی فرمایا کہ نبی میں ایک قوت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔علامہ عسقلانی علیہ

الرحمہ نے الاصابہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار جوانھوں نے بعد قبول اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سنائے تھے ذکر فرمائے جن میں یہ مصرعہ بھی ہے: ''وان تشاء یخبرك عما فی غد'' کہ جب تم چاہو نبی تمہیں کل کی خبر بتادیں۔ اس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حلہ پہنایا اور دعاء سے نوازا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اسکی شرح میں افادہ فرتے ہیں کہ صحابی نے یہ نہیں فرمایا کہ جب وہ چاہیں بلکہ یہ کہا کہ جب تم چاہو اسمیں نکتہ یہ ہے کہ جسے بعض دفعہ علم غیب دیا جاتا ہے وہ اپنی مرضی پر ہی غیب کی خبر دے سکتا ہے دوسرے کی مرضی پر نہیں کیونکہ غیب کی خبر دینا اسکی قدرت میں نہیں ہوتا اور صحابی کا یہ اعتقاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب بتانے پر ہر وقت قدرت رکھتے ہیں۔

(''إنباء الحيّ''، ص ۲۷۹؛ ''فتاوی شارح بخاری''، ۱: ۴۴۹؛ ''مقام ولایت ونبوت''، ص ۱۵۴)

فائدہ ۴۲: بعض منکرین (اسماعیل دہلوی) نے اللہ تعالی کے علم کو قصدی واختیاری بتا کر حادث کی طرح مانا ہے۔ ''اللہ جب چاہے غیب دریافت کرلے'' جیسی عبارات کا مفہوم یہی ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالی کا دائمی قدیم نہیں بلکہ اسکے قصد واختیار میں ہے اور قصد واختیار میں ہونا حدوث کی علامت ہے اور اسطرح اس قائل نے صفت مخلوق میں خالق کو شریک ٹھہرایا۔

(''الکوکبۃ الشہابیۃ''، فتاوی رضویہ، ۱۵: ۱۸۳؛ ''الکلمۃ العلیا''، ص ۳۲)

یوں ہی بعض دیوبندی علماء نے اللہ تعالی کے علم کیلئے حصول کا لفظ استعمال کیا جبکہ اللہ تعالی کا علم حصولی نہیں (ملاحظہ ہو فائدہ ۳۲)۔

(21) وہ عموم سلب اور سلب عموم میں فرق نہیں کرتے ۔جن آیات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے علم کی نفی ہے تو وہاں احاطۂ کلیہ حقیقیہ کی نفی ہے یعنی تمام غیب کو جاننے کی نفی وہ اس لئے کہ تمام غیب یعنی قبل از ابتدائے خلق تا ماورائے قیامِ قیامت وتفصیلات ذات وصفات کا تفصیلی علم اللہ تعالی کا ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص۳۵۸،۳۸۶،۳۷۵،٤۲۰)

ہمارا مدعا تو واضح ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم امور از ابتدائے خلق (ماکان) تا انتہائے خلق یعنی تا قیامِ قیامت (مایکون) کو محیط ہے اور امور ماورائے قیامت از امور غیر متناہیہ بالفعل اور ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محیط نہیں بلکہ ان میں ترقی پذیر ہے وهذا معنى الغير المتناهي اللاتقفي عند حدٍّ وهو غير الغير المتناهي بالفعل.

جہاں یہ آیا ہے کہ "میں غیب نہیں جانتا" تو مراد سارا غیب ہے اس طرح کہ امور ماورائے قیامت ، ذات وصفات اور دیگر امور غیر متناہیہ بالفعل کو محیط ہو اس نفی سے بعض غیب کی نفی نہیں ہوتی ۔اس کو سلب عموم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عموم علم کا سلب کیا ہے، باالفاظ دیگر احاطۂ کلیہ کی نفی کی ہے۔سلب عموم اور عموم سلب میں بہت بڑا فرق ہے۔پہلا تو واضح ہو چکا ہے، رہا عموم سلب تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک شئے سے علم کی نفی کی جائے حتیٰ کہ بعض بھی حاصل نہ ہو۔نفی والی آیات ونصوص کو عمومِ سلب پر محمول کرنے کا مفاد یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کلیۃً اپنی ذات سے غیب جاننے کی نفی کی ہے بایں طور کہ بعض غیب بھی انہیں حاصل نہ ہو؛ لہذا عموم سلب مراد لینے سے کوئی بھی غیب کا علم حضور علیہ الصلوۃ

والسلام کیلئے ثابت نہیں ہوگا جبکہ سلب عموم سے بعض غیب کا علم ثابت ہوگا۔ جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سلب عموم علم کی خبر ملتی ہے وہاں عموم سلب علم مراد لینا کتنی بڑی جسارت ہے؟ پہلے گزر چکا کہ بعض نصوص میں غیب کے علم کو حضرات انبیاء علیہم السلام کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو عموم سلب مراد لینے سے قرآن میں تناقض لازم آئے گا جو کہ باطل ہے بلکہ عموم سلب مراد لینے سے تو نفسِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے؛ کیونکہ نبوت کا معنی ہی اطلاع علی الغیب ہے یعنی غیب کی خبر رکھنا جیسا کہ گزرا۔ مثالیں:

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الأنعام: 59].

﴿ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ﴾ [الأعراف:188]

﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الأنعام: 50]

﴿وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ [الأحقاف: 9].

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ [المدثر: 31]

ان سب آیات میں احاطۂ کلیہ کی نفی یعنی سلب عموم ہے اور یہ احاطۂ ما کان وما یکون کے منافی نہیں؛ کیونکہ وہ بعض ہے۔

فائدہ ۴۳: ''عدم اعلام عام'' کو ''عدم عام للا علام'' پر محمول کرنا خطا ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ٥٥)

فائدہ ۴۴: ''جمیع غیب'' کا معنی اپنے متعلق کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ اگر اسکے متعلق کا لحاظ کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے تو پھر علم ما کان وما یکون (متناہی) مراد ہوگا اور اگر لحاظ اللہ تعالی کی ذات کا کریں تو اس سے وسیع تر علوم غیر متناہیہ مراد ہوں گے۔ ملاحظہ ہو معانی ''کل شیء'' کی تفصیل (فائدہ نمبر ۲۴)۔

("الدولة المكيّة"، الباب الثاني، السوال الثالث، ص ۱۳۲)۔

فائدہ ۴۵: رفع ایجاب کلی، ایجاب جزئی کے منافی نہیں۔ جن دلائل میں رفع ایجاب کلی ہے انھیں مخالفین سلب کلی سمجھ کر ایجاب جزئی والی دلیل کے منافی سمجھتے ہیں اور یہ خطا از روئے منطق فاحش ہے۔

(22) وہ ایجاب جزئی کو ایجاب کلی کی نقیض سمجھتے ہیں جبکہ ایجاب جزئی کا رفع سلب کلی سے ہوتا ہے۔ اگر کہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے بعض غیب جاننے کو مانا گیا ہے تو مخالفین سمجھتے ہیں کہ سب غیب کو جاننے کی نفی ہے یعنی بعض غیب کے علم کے اثبات کو کل غیب کے علم کا انکار سمجھتے ہیں جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ بعض کے اثبات سے کل کا انکار لازم نہیں آتا۔ دیکھو بعض الانسان (مثلا زید) ناطق وکل انسان ناطق میں کہاں تناقض ہے؟ ہر ایک سچا ہے۔ جو ان میں تناقض سمجھے اسکی فہم کا قصور ہے۔ بلفظہٖ فنی موجبہ جزئیہ کا صدق موجبہ کلیہ کے صدق کا منافی نہیں۔ بعض الاشیاء معلوم لنبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بھی سچ ہے اور کل شیء معلوم لنبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بدلیل آیۃ التبیان بھی سچ ہے۔

("الکلمۃ العلیا"، ص ۵۸)

فائدہ ۴۶: جو مخالفین اصلا کسی طرح کا علم غیب بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ثابت نہیں مانتے انہی کو وہ اقوال علماء مضر ہیں جو ایجاب جزئی پر دال ہیں ہمیں مضر نہیں حالانکہ وہ ہمارے خلاف پیش کرتے ہیں۔ وہ نکلے تو تھے کلیۃ نفی کرنے اور جو قول پیش کرتے ہیں وہ خود ان کے مذہب کی نقیض ثابت کرتا ہے کہ سلب کلی کا رفع ایجاب جزئی سے ہوتا ہے۔

(23) وہ ایجاب جزئی کے مقابلے میں سلب جزئی پیش کرتے ہیں اور اس طرح سمجھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مطلقاً علم غیب کی نفی حاصل ہوجاتی ہے جبکہ یہ باطل ہے اس لئے کہ ایجابِ جزئی کی نقیض سلب جزئی نہیں بلکہ سلب کلی ہے۔ اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ثبوتِ علم میں بیسیوں ایجاب جزئی دکھا سکتے ہیں۔ بلفظ دیگر ہمارے پاس بہت سارے ایسے دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں فلاں غیب کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم تھا جبکہ مخالفین سلب کلی کی ایک دلیل بھی پیش نہیں کرسکتے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کسی بھی غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔ مخالفین کسی ایک خاص واقعہ کو جو زمانہ نزول قرآن کا ہو ہمارے خلاف پیش کرکے ہمارا مدعا نہیں توڑ سکتے۔ اور بعد تکمیل نزول سلب جزئی کی کوئی مستند دلیل تو پیش ہی نہیں کرسکتے جسکی تفصیل مقصد اول میں گزر چکی ہے۔

فائدہ ۴۷: سلب کلی کے ابطال کیلئے ایک ہی ایجاب جزئی کافی ہے (عامہ کتب منطق) اور ہمارے پاس تو کئی ایجاب جزئی ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں تو معلوم ہوا کہ علم غیب کا سلب کلی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے باطل ہے بلکہ سلب کلی کا قائل معنی نبوت کا منکر ہے کما مرّ سابقاً۔

(24) جو مخالفین حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے بعض غیب کا علم مانتے ہیں وہ ہمارے مدعا کے خلاف ایسے دلائل لاتے ہیں جن میں سلب کلی ہے۔ حالانکہ وہ دلائل مثلاً آیات نفی علم خود ان کے موقف کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔ اگر ان کا ان دلائل کیساتھ اعتراض درست ہو تو پھر انکا دعوی بھی باطل ہوجاتا ہے اور اپنا دعوی بچانے کیلئے جو وہ جواب دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔

(25) وہ قضیہ فعلیہ اور دائمہ میں فرق نہیں کرتے۔ جو فی الحال نفی ہوتی ہے اسے استمراری ودائمی سمجھتے ہیں۔ اس کی سادہ مثال یہ ہے اگر کوئی کہے: ''میں فلاں بات کو نہیں جانتا'' اس کا یہ معنی ہرگز نہ ہوگا کہ وہ بات کل بھی نہیں جانوں گا یا آئندہ کبھی بھی وہ بات مرے علم میں نہیں ہوگی کیونکہ کل اس بات کا علم حاصل ہوسکتا ہے۔ مثالیں:

﴿وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ [الأحقاف: 9].

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ [المدثر: 31].

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف: 188].

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [السجدة: 17].

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [النمل: 65].

﴿وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ [المؤمن: 78].

خاص اس آیت میں ماضی میں نہ جاننے کی نفی ہے مگر دوام عدم علم اور مستقبل میں نہ جاننے کی کوئی دلیل نہیں۔ آیت ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ [التوبة: 101]. ایک واضح مثال ہے کہ زمانہ نزول قرآن میں پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کا علم نہیں تھا اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے عطا فرمادیا۔ جس کا علم ﴿مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ [آل عمران: 179]. وغیرہا سے حاصل ہے۔ دیکھو لا تعلم میں حکم دائمی نہیں۔ زمانۂ ماضی میں عدم علم صدق وتحقق آیت کیلئے کافی ہے استمرار کوئی ضروری نہیں۔ بلفظ دیگر: نفی فی الحال نفی فی المآل پر دلالت نہیں کرتی۔

("إنباء الحيّ"، ص ۲۵۲، ۲۶۱، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۸۷).

(26) نفی علم بوقت اظہار تواضع واعتراف عبودیت کونفی حقیقی قرار دیتے ہیں جبکہ یہ درست نہیں۔ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ بوقت تواضع کی گئی بات کو حقیقت نہیں سمجھا جاتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اعتراف عبودیت کرتے ہوئے یا کسی اور مقام پر فقط اظہار تواضع کرتے ہوئے اپنی ذات سے علم کی نفی کی بھی ہو تو اسے تواضع ہی کہا جائیگا اور جہاں اظہار علم فرمایا اسے شان رسالت ونبوت کا اقرار سمجھا جائیگا۔ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی شان رسالت کو مدنظر رکھ کر ان کی عظمتوں کو سمجھنا چاہئے نہ کہ جو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت اعتراف عبدیت صادر ہوئیں، انھیں عقیدہ بنانا چاہئے۔ آپ عبد، اللہ کے ہیں اور رسول امت کے۔

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ﴾ [الأنعام: 50]. وغیرہا آیات نفی اور حدیث تأبیر النخل (تلقیح التمر) کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہاں اظہار تواضع ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۲۵۹)

(27) وہ نفی درایت کو نفی علم سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لیے یا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درایت کی نفی کی ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذہن مبارک سے ازخود اور اٹکل قیاس سے نہیں جانتے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور وحی سے انہیں اس چیز کا علم حاصل ہوسکتا ہے۔ مثال:

﴿وَمَا أَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ﴾ [الأحقاف: ۹]. میں یہی نفی درایت ہے یعنی میں ازخود تو نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور اس کا علم تو بذریعہ وحی حاصل تھا۔

("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۶)

فائدہ ۴۸: مندرجہ بالا جواب تب دیا جاتا ہے جب درایت کا ظاہری معنی مراد ہو۔ بعض جگہ ''عدم درایت'' کا مجازی معنی مراد ہوتا ہے یعنی ایہام، جس سے عظمت کا بیان کرنا، تفخیم وتہویل مقصود ہوتا ہے اگرچہ بات معلوم ہوتی ہے۔
(عینی شرح بخاری بحوالہ ''نزہۃ القاری''، ۲: ۳۱۸)

فائدہ ۴۹: آیت: ﴿وَمَا أَدْرِیْ﴾ کے متعدد جواب ہیں۔ ۱۰ جواب "إنباء الحيّ" (ص ۳۸۶) میں دیئے گئے ہیں۔ اسمیں نفی درایت کی ہے علم کی نہیں یا نفی احوالِ آخرت کے علم تفصیلی محیط کی ہے کہ وہ تو غیر متناہی ہیں اور متناہی غیر متناہی سے جتنا حاصل کرسکتا ہے متناہی ہی ہوگا، یہ کثیر احوال آخرت کے علم یا علم علی جهة الإجمال کے کب منافی ہے؟ ("جلاء القلوب"، ۱: ۱۶۷)

(28) مخالفین قضیہ فعلیہ کے صدق کے دوام کیلئے اس کی نسبت کے دوام کو واجب سمجھتے ہیں جبکہ فعلیہ کے صدق کیلئے اسکی نسبت کا دوام ضروری نہیں۔ مثلا زید قائم فعلیہ دائم الصدق ہے مگر اسکے لئے ضروری نہیں کہ زید ہمیشہ کھڑا رہے۔ اسی آیت: ﴿وَمَا أَدْرِیْ﴾ کو ہی دیکھ لیجئے کہ اس کے دوامی صدق کیلئے وہ عدم درایت کو دائمی سمجھتے ہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۷، ۳۷٤)

فائدہ ۵۰: اصطلاح سلف میں ''نسخ اخبار'' سے مراد ''تغیر نسبت فعلیہ'' ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے زعم کیا کہ آیت ﴿وَمَا أَدْرِیْ﴾ دوسری آیات سورہ فتح واحزاب سے منسوخ نہیں ہوسکتی اسلئے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے جبکہ نسخ کا ایک دوسرا معنی بھی ہے جو مذکور ہوا۔ ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے منسوخ ہونے کا قول بھی اسی معنی میں ہے۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۹)

فائدہ ۵۱: کچھ لوگ کلمہ پڑھنے والے، نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، احکام اسلام کی بجا آوری کرنے والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے والے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس کے بارے صرف اتنا کہتے ہیں: ''وما يدريه بالغيب'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کیا جانیں، تو اللہ رب العزت نے ان پر کفر کی یوں مہر لگائی:

﴿قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ [التوبة :65,66].

ترجمہ: تم فرماؤ کہ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

(ابن أبي شيبة، ابن جرير، ابن المنذر، ابن أبي حاتم، أبو الشيخ عن مجاهد رضي الله عنه كذا في ''الفيوضات الملكية''، ص ٤٧).

اس سے ان لوگوں کو عبرت ہونی چاہئے جو اس بات کو بہت ہلکا سمجھ کر اس طرح کے جملے کہتے رہتے ہیں۔

(29) مخالفین آیت ﴿ما ننسخ من آية او ننسها﴾ سے استدلال ہیں کہ جب اللہ تعالی کسی آیت قرآنی کو بھلا دینے کی صراحت فرما رہا ہے تو معلوم ہوا کہ کائنات کے ہر ذرے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تفصیلی نہ ہوا، اسلئے کہ ہر ''آیت'' اپنے لفظ کے اعتبار سے مفہوم کائنات میں داخل ہے اگرچہ معنی نفسی قدیم کائنات میں داخل نہیں۔ اس آیت کے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کل پانچ جواب دیئے۔ (''إنباء الحيّ''، ص ٣٧٧)

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قرآنی آیت قطعا ویقیناً اس کائنات میں داخل نہیں اسلئے کہ وہ کلام اللہ ہے اور کلام اللہ حادث ومخلوق نہیں۔ حادث اس کا نزول ہے، نازل قدیم ہے، حادث ہماری قراءت ہے، مقروء قدیم ہے، حادث ہماری کتابت ہے مکتوب قدیم ہے، حادث ہماری سماعت ہے، مسموع قدیم ہے، حادث ہمارا حفظ ہے محفوظ قدیم ہے۔ مخالفین کا قول تو عین معتزلہ کا مذہب ہے کہ وہ کلام لفظی ہی کو حادث مانتے تھے اسلئے کہ کلام نفسی کو تو وہ مانتے ہی نہیں تھے۔ اسلئے کلام اللہ کی یہ تقسیم ہی سرے سے سخت خطا اور باطل ہے، سلف الصالحین میں اس کا نشان تک نہیں اور بعض اشاعرہ متاخرین معتزلہ سے مناظرہ کرتے وقت اس تقسیم کی طرف مجبور ہوئے ورنہ وہ جانتے تھے کہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں اور یہ مراد معتزلہ کے عین موافق ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۳۷۷،۱۳۱)

اس سلسلے میں امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی مکمل تحقیق "انوار المنان فی توحید القرآن" میں چھپ چکی ہے اور "المعتمد المستند" میں اس کا خلاصہ موجود ہے اور ان کی بناء سیدی عبد الغنی النابلسی علیہ الرحمہ کی تحقیق پر ہے۔ طریقہ مناظرہ پر دیگر جوابات یہ ہیں کہ آیت میں بھلا دینے کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی نہیں کی گئی اور یہ کہ یہ شرطیہ ہے اور یہ وجود مقدم کا تقاضا نہیں کرتا۔

(30) مخالفین ذہول کو عدم علم (جہل) سمجھتے ہیں جبکہ ذہول علم سابق کا متقاضی ہے؛ اس لئے کہ ذہول عدم حضور کا نام ہے اور بوقت تدبر حضور ہو جاتا ہے اور بات یاد آجاتی ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہوتی بلکہ وہی خزانہ یاداشت کی بات ہوتی ہے جو مخفی تھی اور بعد سوچنے کے ظاہر ہوئی۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۲، ۳۷۹،۳۷۷)

(31) مخالفین سمجھتے ہیں کہ کسی ایک وقت میں بھولنے کے بعد عدم علم دائمی ہوتا ہے جبکہ نئے علم کے حصول پر کوئی شیء مانع نہیں۔

مثالیں: حدیث ذوالیدین اور نماز میں سہو، بروز قیامت منافقین کو نہ پہچاننے کا بھی یہ ایک جواب یہ ہے کہ وہ دن تو کثرت مصروفیات و جوش رحمت کا ہوگا۔

("إزاحة العيب"، فتاوی رضویہ، ۲۹: ۵۲۹، ۵۱۳؛ "إنباء الحيّ"، ص ۳۸۳؛ "مقالات کاظمی"، ۲: ۲۳)

فائدہ ۵۲: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نماز کے اندر سہو کا فائدہ یہ تھا کہ امت کو احکام کا عملاً علم حاصل ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا میں خود بھولتا نہیں ہوں میں بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ شریعت کا حکم ظاہر کروں (موطا امام مالک)۔ سوچنے کی بات ہے، جن کا بھولنا ہمارے بھولنے کی طرح نہ ہو ان کی کسی اور صفت میں برابری یا زیادتی امت کیلئے کیسے ممکن ہے؟ بلکہ سنت تقریری کا جائزہ لینے کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ محبوب کی ہر ادا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ جن کا خاموش رہنا شریعت میں حجت ہو انکا قول حجت کیوں نہ ہوگا؟ ہمارا بولنا بھی اتنی حیثیت نہیں رکھتا جتنا محبوب کا کوئی عمل دیکھ کر خاموش رہنا رکھتا ہے۔

فائدہ ۵۳: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو کا طاری ہونا راجح قول کے مطابق جائز ہے اگرچہ بعض علماء نے یہ لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو بھی قصداً تھا مگر یہ قول محققین کے نزدیک مرغوب و مختار نہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۲، ٤٢٨)

فائدہ ۵۴: آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ اقدس میں مشاہدہ حق کی وجہ سے بعض امور مخفی رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذہول ہوتا لیکن اس حال مشاہدہ

میں ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ یہ درجہ ملا کہ ایک شہود دوسرے سے مانع نہ ہوتا اور کوئی دوسرا امر مشاہدہ حق کے وقت مخفی نہ رہتا اور اگر کہیں نادرا ہوا بھی ہو تو وہاں کوئی دوسرا اہم سبب ہوا ہوگا۔("إنباء الحيّ"، ص ۳۸۲، ۲۶۵، ۲۶۳)

فائدہ ۵۵: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پوری حیات طیبہ میں پانچ بار سہو ہوا۔

سہو اول: نماز ظہر یا بروایت بعض نماز عصر میں پانچ رکعتیں پڑھیں۔

سہو دوم: نماز ظہر میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا جیسا حدیث ذوالیدین میں ہے۔

سہو سوم: ابوداود میں ہے کہ قعدہ اولی ترک ہو گیا۔

سہو چہارم: اثنائے قراءت آیت چھوٹ گئی۔

سہو پنجم: مغرب میں دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔(''نزہۃ القاری''،۲:۳۹۶)

(32) اسم تفضیل پر نفی کو بالکلیہ مشتق منہ کی نفی سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ نفی صرف معنی تفضیل کی ہے۔ ''صحیح مسلم'' کی مشہور حدیث جبریل میں وارد علم قیامت کی نفی ''ما المسؤول عنها بأعلم من السائل'' کا معنی یہ ہے کہ دونوں ذوات مبارکہ صفت علم بالقیامۃ میں مساوی ہیں نہ یہ کہ دونوں کو اسکا علم ہی نہیں۔ اس علم پر روایت ابوفردہ رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے پہلے توقف وتامل کیا حتی کہ حضرت جبریل نے تین مرتبہ سوال دہرایا، جس سے ظاہر کہ اگر علم نہ ہوتا تو صاف نفی فرما دیتے۔(تفصیل ملاحظہ ہو: ''نزہۃ القاری''،۱:۳۲۵)

(33) وہ اثبات علم کی دلیل کو نفی علم کی دلیل بنا لیتے ہیں مثلاً قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کثرت مصروفیات کی وجہ سے منافقین کے بارے میں ذہول ہوگا، تو

یہ کس نے بتایا ہے کہ ایسے ہوگا؟ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے تو بتایا ہے۔ یہ اثبات علم کی دلیل ہے نہ کہ نفی علم کی۔ ("إزاحة العيب"، ۲۹:۵۲۹،۵۱۴)

(34) وہ عدم احصاء (شمار) کو عدم علم سمجھتے ہیں۔ یہ جواب خاص آیت: ﴿وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا﴾[النحل:18] کا ہے، اگر گنتی کے ذریعہ نعمتوں کا علم حاصل نہ ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ عدد و معدود کا علم کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کی یوں بھی تقریر کی جاسکتی ہے کہ شمار نہ کرنا حصول علم بمعنی انجلاء کے منافی نہیں اس لیے کہ اگر کوئی کھلے آسمان کی طرف نظر اٹھائے تو اسے ہزار ہا ستاروں کا انجلاء حاصل ہوسکتا ہے اگر چہ ان کو شمار نہ کرے۔ "إنباء الحيّ" (ص۴۱۴) میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس آیت کے آٹھ جواب تحریر فرمائے۔

فائدہ۵۶: اللہ تعالی کی نعمتیں اس لحاظ سے غیر متناہیہ بالفعل بھی مانی جاسکتی ہیں کہ کسی نعمت موجودہ کے موانع معدومہ کو اللہ تعالی معدوم رکھتا ہے اور یہ موانع غیر متناہیہ ہیں یوں اس کی نعمتیں غیر متناہیہ بالفعل ہوئی۔ مذکورہ بالا آیت اس اعتبار سے ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ ہم ایسے امور کے احاطے کا دعوی ہی نہیں کرتے۔

("إنباء الحيّ"، ص٤١٦)

فائدہ۵۷: متروکات و معدومات، غیر متناہیہ بالفعل ہیں اور مفہوم ما کان وما یکون میں ہرگز داخل نہیں کہ کون کا تعلق موجودات سے ہے معدومات سے نہیں۔

("إنباء الحيّ"، ص٣٦٧)

(35) وہ عدم علم سے ہر جگہ عدم انجلاء و ادراک ہی مراد لیتے ہیں جبکہ علم بمعنی ملکہ بھی آتا ہے۔ آیت ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ﴾ [یس:69]. میں نفی

اگر ملکہ (قدرت) کی ہو یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعر کہنے کا اللہ تعالیٰ نے ملکہ نہیں عطا فرمایا تو یہاں علم بمعنی انجلاء کی کیسے نفی ہوگی؟ تفسیر کبیر، مدارک، خازن وابو السعود نے اسکی وضاحت کی کہ یہاں صرف ملکہ کی نفی مراد ہے۔

فائدہ ۵۸: علم کے دو معنی ہیں۔ ایک جاننا اور دوسرا ملکہ یعنی کسی کام کی مشق رکھنا۔ قاعدہ یہ ہے کہ علم کی نسبت جب کسی صنعت کی طرف ہو تو مراد ملکہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً کبھی شعر نہیں بنایا اور شعر کا علم بمعنی دانستن تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا شبہ تھا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سینتیس (۳۷) اصحاب وغیر اصحاب کے نام ذکر کیئے جن کے اشعار خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں سماعت فرمائے اور فرمایا کہ اگر ان تمام اشعار کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا دیوان بنایا جاسکتا ہے! یوں بعض اشعار کا علم تو منقول ہے لہذا مخالفین کا سلب کلی باطل ہوا اور یہ بعض ہمارے موجبہ کلیہ کے مناقض اسلئے نہیں کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ نہیں ہوتی۔

("إنباء الحيّ"، ص ۴۱۹، ۴۲۱-۴۲۲؛ "فتاوی شارح بخاری"، ۱: ۴۷۳)

فائدہ ۵۹: شعر عرفی کی تعریف یہ ہے: "وہ کلام موزون جو قصد سے صادر ہو"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنے بھی موزون کلام صادر ہوئے قصد وزن سے نہیں ہوئے لہذا انھیں شعر نہیں کہا جائے گا جیسے غزوہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا:

"انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب"۔

("إنباء الحيّ"، ص ۴۳۰).

فائدہ ۶۰: ہمیں متعدد روایات سے معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوزان پر موزون کلام صادر ہوا ہے۔ بعض ائمہ کرام نے قرآن مجید کے کلام موزون پر

توجہ دی اور اس کو جمع کیا جبکہ حدیث میں وارد ہونے والے شطر کی صورت میں کلام موزون پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے پہلے کوئی عالم نہیں ملتا جس نے ان احادیث کو جمع کیا ہو۔ آپ نے خود "إنباء الحيّ" (ص ٤٣٥) میں اس کا ذکر فرمایا پھر ایک سو احادیث جو مختلف اوزان عرب وعجم پر شطر کی صورت میں منقول ہوئی وزن وتخریج کے ساتھ جمع فرمائیں۔

فائدہ ۶۱: علم شعر کی مطلقا نفی کرنے والوں پر نو (۹) اشکال وارد ہوتے ہیں جن کی تفصیل ''توضیح البیان'' (ص ۳۸۶) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(36) مخالفین شعر منطقی اور شعر عرفی میں فرق نہیں کرتے۔ مذکورہ بالا آیت میں اگر نفی شعر سے مراد شعر منطقی کی تعلیم کی نفی ہے، تو اس سے شعر عرفی کے ادراک کی نفی کیسے لازم ہوگی؟ شعر منطقی قدماء حکماء کے نزدیک کلام میں وزن وقافیہ کا نام نہیں بلکہ وہ قیاس ہے جس کے مقدمات مخیلہ ہوں۔ بعض اہل منطق نے کہا کہ مقدمات کاذبہ شعر ہیں۔ الغرض یہ آیت کفار کے اس طعن کے جواب میں اتری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ جھوٹا کلام سناتے ہیں تو اللہ تعالی نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کذب نہیں سکھایا یہ ان کی شان ومنصب کے لائق نہیں۔

(''الکلمۃ العلیا''، ص ۴۵؛ "إنباء الحيّ"، ٤٢٦، ٤٢٧)

(37) اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امی فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿الذین یتبعون الرسول الامی﴾ [اعراف: ۱۵۷] اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتابت نہیں جانتے تھے اور نہ ہی پڑھنا جانتے تھے۔ جب پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو لکھے ہوئے نقوش کا انھیں علم نہیں تھا۔ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ نقوش کا

تعلق ما کان و ما یکون سے ہی ہے؛ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کی تمام جزئیات کا علم نہیں تھا۔ جواب یہ ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتابت نہیں جانتے تھے'' سے ملکہ کی نفی مراد ہے یا انجلاء کی؟ اگر ملکہ مراد ہے تو پھر امیت کا تعلق باب قدرت سے ہوا باب علم (انجلاء، دانستن) سے نہ ہوا؛ لہذا ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے کیونکہ ہم تو علم ما کان و ما یکون کا دعوی کرتے ہیں۔ اور اگر علم بمعنی انجلاء و نفس ادراک کی نفی ہے تو یہ مسلم نہیں اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان امیت کا معجزہ تھا کہ بغیر کسی سے پڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت کے احوال کا علم تھا جیسا کہ کتاب الشفا اور اسکی دونوں شروح میں واضح لکھا ہے اور کئی احادیث میں اس کا ثبوت بھی ہے ۔("إنباء الحيّ"، ص ۳۹۰)

لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر تعلم حروف وخط کے اللہ تعالی کے عطائی نور سے کتابت کے احوال کا علم رکھتے تھے۔ اس پر یہ امر بھی شاہد ہے کہ قرآن مجید کی کتابت توقیفی ہے یعنی اسکی کتابت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور بیان پر ہوئی اور جس طرح الفاظ قرآن معجزہ ہیں اسی طرح رسم قرآن بھی معجزہ ہے کیونکہ اس میں اسرار الہیہ موجود ہیں۔("إنباء الحيّ"، ص ٤١١)

فائدہ۶۲: بعض ائمہ محدثین (قاضی ابوالولید الباجی، ابوجعفر سمنانی حنفی وغیرہ) کا موقف یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالفعل کتابت کا صدور بھی ہوا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ قول مختار نہیں اور نہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ پہلے ملکہ نہیں تھا بعد میں حاصل ہوا۔("إنباء الحيّ"، ص ۳۹۵)

(38) وہ ہر نفی صریح کو غیر محتمل الخلاف سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ نفی کو نفی حقیقی پر محمول کرنا غلط

ہے۔ دیکھو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جب اُن کی اُمتوں کے بارے اللہ تعالیٰ قیامت میں پوچھے گا تو جواباً فرمائیں گے: ﴿لا علمَ لنا﴾ جبکہ وہ جانتے تو ہوں گے کہ اُن کی امتوں نے کیا کیا۔ معلوم ہوا کہ عبارت نفی بے شک صریح ہو اس سے نفی حقیقی لازم نہیں؛ کیونکہ احتمال خلاف تو قائم ہے پس صریح محتمل الخلاف اور غیر محتمل الخلاف میں فرق ضروری ہے۔ ("إزاحة العيب"، ص ۵۱۳)

فائدہ ۶۳: انبیاء کرام کا: ﴿لا علمَ لنا﴾ کہنا کذب میں داخل نہیں؛ کیونکہ انکا مقصود کل امور کو اللہ کی طرف سونپ دینا اور اظہار التجاء وتشکی ہے بلکہ اپنے علم کا عدم اظہار ہی اللہ علام الغیوب عزوعلا کے سامنے تقاضائے ادب ہے کما نص عليه المفسرون۔ ("الكلمة العليا")

(39) وہ قول قائل پر انکار کو انکار حقیقت سمجھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر کہیں کسی کو غیب کے علم کی اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے ہوئے بھی روکا ہو تو اُسے حقیقتاً نفی علم کی دلیل بنانا درست نہیں۔ مثلاً شہدائے احد کا مرثیہ پڑھنے والی بچیوں کو ''وفينا نبی يعلم ما فی غد'' سے روکتے ہوئے فرمایا ''دعی هذه وقولی ماكنت تقولين'' (صحیح البخاری: مشہور بنام حدیث الربيع بنت معوذ وحديث جاریات)۔ روکنے میں ایک حکمت تھی وہ یہ کہ نوخیز بچیوں کے دین کی حفاظت ہوتا کہ حرام کی طرف نہ بڑھیں یعنی کہیں بالذات اور استقلالاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم کا دعویٰ نہ کریں تو ضعیف لوگوں کو ایہام کی وجہ سے منع کیا گیا ورنہ ان کا اپنا قول تو حق تھا۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۲۷۹، ۲۸۲).

اگر قول سرے سے باطل یا کفر ہوتا جس طرح مخالفین سمجھتے ہیں تو پھر ان کو تجدید ایمان

کا حکم ہوتا، یا ایسے کلمات کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صدور ہوتا جن میں واضح بتا دیا جاتا کہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر وشرک ہے پھر یہ بھی خرابی لازم آتی کہ صحابہ کے متعلق یہ کہنا پڑتا کہ انکا اعتقاد بالرای تھا جو سراسر غلط ہے۔ اور اگر یہ عقیدہ رکھنا کفر ہوتا تو پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر "ومتی تشاء یخبرك عما فی غد" کو حضور قطعاً نہ سنتے نہ پسند فرماتے۔ معلوم ہوا کہ یہ قول حق ہے اور کسی ایک جگہ اس سے روکنا بر بنائے حکمت تھا نہ بوجہ بطلان قول۔ بلفظ دیگر: ایہام غیر کی وجہ سے قول حق سے اعراض کرنے کو مخالفین سمجھتے ہیں کہ قول اصل میں باطل ہے۔ اس خاص وجہ سے ایک عام وجہ کا بھی علم آتا ہے جو اگلے نمبر میں بیان ہوگی۔

("إنباء الحيّ"، ص ۲۷۹).

فائدہ ۶۴: ملا علی قاری، حجۃ الاسلام امام غزالی، امام ابن التین، امام قسطلانی علیہم الرحمہ نے حدیث ربیع کا یہ بھی جواب دیا کہ اس شعر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلئے روکا کہ مقام نعت کا نہ تھا بلکہ مرثیہ کا تھا تو عدم مناسبت کیوجہ سے اعراض کا حکم ہوا اگرچہ یہ دونوں جد ہیں یا اسلئے کہ مقام نکاح کا تھا جس میں مقصود لہو (غنا) ہوتا ہے اور نعت لہو نہیں جد محض ہے کہ اس میں شان نبوت کی شہادت ہوتی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی تعظیم بھی علت منع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بھی علت منع ہوسکتی ہے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقوق میں خود تساہل فرماتے تھے اور جانب اللہ کو ہمیشہ ترجیح دیتے اسی لئے حدیث میں منع کے لفظ "ما یعلم فی غد الا الله" تعظیم باری تعالیٰ کیلئے وارد ہوئے۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۲۸٤؛ "الكلمة العليا")

(40) بر بنائے مصلحت وحکمت نفی علم یا عدم اظہار وبیان، نفی حقیقی وعدم علم کی دلیل

نہیں جیسے مخالفین کا زعم ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی خاص جگہ خاموش رہنا، جواب سے اعراض کرنا، غیر کی طرف علم کو منسوب کردینا وغیرہا کسی مصلحت سے ہوتا تھا۔اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ایسا کرنا قطعی طور پر آپ کے علم کی نفی ہے۔کبھی ترک تعرض بوجہ اظہار ناراضگی ہوتا تھا جیسا کہ حدیث تأبير النخل (تلقيح التمر) میں فرمایا:أنتم أعلم بأمور دنياكم یا سوال کے سدِّ باب کیلئے ہوتا تھا کہ کہیں لوگ عجیب عجیب سوالات مثلاً میں کب مروں گا وغیرہا کرنے پر جریٔ نہ ہوجائیں یا فتنہ نہ ہوجائے اور کبھی تو سوال کے جواب میں سائل سے ہی جواب کرتے اور اس طرح علم کا اخفاء فرماتے جس طرح اعرابی کے سوال: متى الساعة؟ میں کیا تھا۔و الله اعلم کہنا تو خاص طور پر طمع جواب کے قمع کیلئے ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عدم اظہارِ علم کو عدم علم پر محمول کرنا غلط ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۲۵۹؛"ازاحة العيب"، فتاوى رضويه۲۹:۵۷۵؛"إنباء المصطفى"، ۲۹:۴۵۰)

فائدہ۶۵: کفار نے کئی بار قیامت کے وقت کو دریافت کیا اور ﴿أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ﴾ [القيامة: 6] کہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا وقت نہ بتایا۔ یہ عدم علم کی دلیل نہیں، جب یہاں علم مان لیا جاتا ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم بیان کی صورت میں ہر جگہ سلب علم مراد لینے کی کیا وجہ متعین ہے؟

(41) مخالفین نے سمجھا کہ علم کا محل دل ہے اور یہ محدود ہے لہذا اس میں حلول کرنے والا علم بھی محدود ہوگا۔ یہ اگرچہ عین ہمارا مدعا ہے مگر دل کا محل علم ہونا محل نظر ہے اسلئے کہ حق یہ ہے کہ معلومات دل میں متمکن نہیں ہوتی اور نہ علم دل میں کسی چیز کے حلول

کرنے کا نام ہے اور نہ ہم فلاسفہ کی طرح اسے صورت حاصلہ عند العقل کہتے ہیں نہ اسے دل میں مظروف کسی حالت کو قرار دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارے ائمہ محققین جن میں سرفہرست علم الہدی امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ ہیں اس کو حالت انجلائیہ سے تعبیر فرماتے ہیں جس سے نفس الامر کے مطابق کوئی چیز روشن ہوتی ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک اصل علم ہے اور حصول صورت فرع ہے جبکہ فلاسفہ کے نزدیک حصول صورت اصل ہے اور علم فرع۔ ("إنباء الحيّ"، ص ٣٦٢)

(42) وہ استمرار علم کی نفی کو نفی مطلق سمجھتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الأعراف: 188] میں کان استمرار کیلئے ہوسکتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ ہرگز نہ تھا کہ میں ہمیشہ کیلئے ہر غیب جانتا ہوں بلکہ آپ کا علم تو نزول قرآن کیساتھ ترقی کرتا رہا۔ مزید یہ کہ یہاں نفی ذاتی اور احاطہ کلیہ حقیقہ کی نفی ہے۔

(43) وہ یا تو رفع مقدم کیلئے رفع تالی لازم سمجھتے ہیں یا رفع تالی کا قول کر کے نصوص قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ یہ اہل منطق کے نزدیک خطا ہے اسلئے کہ قیاس استثنائی اتصالی کی دو ہی صورتیں منتج ہیں ۱) وضع مقدم وضع تالی اور ۲) رفع تالی رفع مقدم۔ یہ خطا آیت: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف: 188] سے متعلق ہے، مخالفین یا تو یہ سمجھتے ہیں: کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب کا علم نہیں تھا اسلئے آپ نے خیر بھی نہیں جمع فرمایا یا یہ سمجھتے ہیں کہ کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خیر جمع نہیں فرمایا اسلئے آپ کو غیب کا علم نہیں تھا (باقی دو احتمالی صورتیں جن میں وضع مقدم ہے انھیں مفید نہیں)۔ دونوں صورتوں میں انکا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے علم غیب کی نفی ہے حالانکہ پہلی صورت از روئے قواعد منطق

غلط ہے کیونکہ رفع مقدم رفع تالی قیاس استثنائی اتصالی میں صورت منتجہ ہے ہی نہیں اور دونوں صورتیں ان نصوص کے خلاف ہیں:

﴿وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيراً كَثِيراً﴾ [البقرة: 169].

﴿إِنَّا أَعطَينَاكَ الكَوثَرَ﴾ [الكوثر: 1].

مخالفین کے نزدیک پہلی صورت کے مطابق قیاس استثنائی اتصالی یوں بنے گا:

(دعوی: نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب کا علم نہیں تھا)

صغریٰ: لو كان النبی يعلم الغيب لاستكثر من الخير (شرطيه متصله

کبریٰ: لكنه لا يعلم الغيب (رفع مقدم)

نتیجہ: فالنبی لم يستكثر من الخير (رفع تالی)

دوسری صورت یوں بنے گی:

صغریٰ: لو كان النبی يعلم الغيب لاستكثر من الخير (شرطيه متصله

کبریٰ: لكنّه لم يستكثر من الخير (رفع تالی)

نتیجہ:فالنبيّ لا يعلم الغيب (رفع مقدم)

یہ صورت اگرچہ از روئے قواعد درست ہے مگر مخالف قرآن ہے۔ ہمارے نزدیک وضع مقدم وضع تالی کی صورت معتبر ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بتانے سے غیب جانتے تھے اور آپ نے اسلئے خیر بھی جمع فرمائی۔ مفتی غلام سرور قادری صاحب مرحوم کی ''مسئلہ علم غیب وتوسل'' (ص ۱۸۶) میں تقریر خطا ہے؛ کیونکہ آپ نے رفع تالی کو ثبوت علم کی دلیل بنایا ہے جبکہ رفع تالی سے حصول خیر کی نفی ہوگی اور رفع مقدم سے نفی علم نہ کہ ثبوت علم۔

فائدہ٦٦: جہاں مقدم تالی کیلئے علت بنے یا تالی مقدم کیلئے لازم الماہیت ہو یا مقدم تالی مترادفین ہوں یا مقدم تالی دونوں یکساں کسی علت مشترکہ کے معلول ہوں تو وہاں نفس الامر وواقع میں چار ہی صورتیں منتج ہونگی۔ کیونکہ قواعد منطق کلیہ ہوتے ہیں اور قیاس استثنائی میں دوصورتیں ''رفع مقدم نتیجہ رفع تالی'' اور ''وضع تالی نتیجہ وضع مقدم'' ہمیشہ منتج نہیں ہوتی بلکہ مذکورہ بالا چند مقامات میں منتج ہوتی ہیں؛ لہذا انھیں قاعدۂ منطق تو نہیں کہا جائیگا مگر انھیں ناقابل انکار حقیقت اور امر واقعی ضرور کہیں گے۔ اگر کسی بھی طرح اس آیت مقدسہ میں منکرین وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رفع مقدم ثابت کرنے کی کوشش کریں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ نفی علم ذاتی استقلالی کی ہے عطائی کی کب نفی ہے یا نفی استمرار علم کی ہے نفی مطلق نہیں یا نفی احاطہ حقیقیہ کی ہے۔

(44) حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر عرض اعمال ودرود وسلام کا پیش ہونا جہل سابق کی دلیل نہیں۔ بادشاہوں پر واقعات وحالات پیش کئے جاتے ہیں حالانکہ وہ پہلے سے باخبر ہوتے ہیں۔ دیکھئے حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ ہر صبح وشام بارگاہ اللہ رب العزت میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس کا یہ ہرگز معنی نہیں کہ وہ اس سے پہلے جانتا نہیں۔ یہی جواب ہے درود وسلام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش ہونے والی احادیث کا۔ امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے اس اعتراض کے نو جواب ارشاد فرمائے۔("إنباء الحيّ"، ص ۲۸۵)

فائدہ٦٧: اخبار اظہار عظمت کیلئے بھی ہوتا ہے۔ ابوداود شریف کی وہ روایت جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی مبارک میں لگی ہوئی ناپسندیدہ چیز کی خبر دینے آئے بھی اسی معنی میں ہے کہ جبریل امین کا خبر دینا محبوب کی

کمال طہارت کی عظمت کا بتانا و دکھانا مقصود تھا یہ عدم علم کی کہاں دلیل ہے؟ حقیقت میں وہ چیز نجاست نہیں تھی ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درست نہ ہوتی۔

("الکلمة العلیا")

فائدہ ۶۸: امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے درود شریف کے بارگاہ رسالت میں پہنچنے پر مختلف احادیث جمع فرمائی اور یہ تحقیق کی کہ ایک مرتبہ پڑھا ہوا درود مبارک نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں گیارہ بار گیارہ مختلف ذریعوں سے پیش ہوتا ہے اور دیگر تمام اعمال سات بار۔ وہ گیارہ مختلف ذریعے یہ ہیں: (۱) قبر مبارک پر مقرر فرشتہ (۲) درور شریف پڑھنے والے کے منہ پر مقرر فرشتہ (۳) زمین میں گردش کرنے والے فرشتے جو درود مبارک جمع کرتے ہیں (۴) حفاظت کرنے والے فرشتوں کی طرف سے پیشگی جب دن اور رات کے نامہ اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں (۵) جمعہ کے دن پیشگی جب دیگر اعمال پیش ہوتے ہیں (۶) قیامت کے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوں گے (۷) جمعہ کے دن یا رات میں پڑھا ہوا درود جمعہ کا دن اور اسکی رات خود پیش کرتے ہیں (۸) معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کئے گئے (۹) نماز کسوف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال امت کا مشاہدہ فرمایا (۱۰) اللہ رب العزت کے دست قدرت سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کائنات کی تمام اشیاء منکشف ہوئی تو امت کا پڑھا ہوا درود شریف بھی منکشف ہوا (۱۱) نزول قرآن کے ذریعے بھی اعمال امت و درود شریف پیش ہوا کہ بطون قرآن میں" تبیان لکل شیء" ہے۔ لہذا تعدد اخبار سے مقصود اظہار عظمت بھی ہوتی ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص٢٨٧، ٣٥٦-٣٥٧)

(45) نفی علم مفاتیح کو مطلقاً نفی علم غیب سمجھتے ہیں۔ آیت: ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الأنعام:59]؛ میں علم مفاتح دینے کی نفی اگر مان لی جائے جس طرح مخالفین کا زعم ہے تو مطلقاً علم غیب ہونے کی نفی پر یہ کیسے دلالت کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اپنے خواص کو نعمتیں عطا کرتا ہے۔ اگرچہ انہیں کنجی عطا نہ کرے، اس آیت میں ایک اور طرح بھی تقریر کی جاسکتی ہے۔ مفاتح غیر غیب ہے یا عین غیب؟ اگر غیر غیب ہو تو مفاتح کی نفی، غیب کی نفی کیوں ہوگی؟ اگر عین غیب ہو تو پھر ہم پوچھیں گے سلب عموم مراد ہے یا عموم سلب؟ سلب عموم مراد ہو تو ہمارا مدعا ثابت اور عموم سلب مراد ہو تو معنی نبوت کا انکار لازم آئے گا اور بے شمار قرآنی آیات واحادیث کا انکار بھی کما مر ("إنباء الحيّ"، ص٣٥٨)۔ اس آیت کا یہ بھی جواب ہے کہ اسمیں کہیں بھی اعلام کی نفی نہیں۔

فائدہ ٦٩: علامہ سمین حلبی علیہ الرحمہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر "الدر المصون" (۴: ٦٦٠) میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "كأنّ المعنى عنده فتوح الغيب أي هو يفتح الغيب على من يشاء من عباده" جسکا مفہوم یہ ہے کہ آیت میں لفظ مفاتح کا گویا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے غیب کھولتا ہے۔ امام قرطبی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تفسیر میں یوں ہی تصریح فرمائی کہ اللہ تعالی کے پاس ہی غیب جاننے کے راستے ہیں اور وہ جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(46) وہ علم تفصیلی کی نفی سے علم اجمالی کی بھی نفی سمجھتے ہیں۔ آیت: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾

[المؤمن:78] میں علم تفصیلی کی نفی ہے جو علم اجمالی حاصل ہونے کے منافی نہیں۔ اس آیت کے یہ بھی جواب ہیں: نفی زمانہ ماضی کی ہے جس میں استمرار عدم علم پر کوئی دلیل نہیں حالانکہ تکمیل نزول قرآن کے وقت تو تفصیلی علم بھی آیت تبیان کی رو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ نفی علم احوال انبیاء کی ہے سواسے عدد انبیاء کے علم نہ ہونے پر دلیل بنانا غلط ہے۔

(47) وہ کلام مقید پر نفی کو مطلقاً نفی علم سمجھتے ہیں جیسے آیت: ﴿لَا تَعۡلَمُهُمۡ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ﴾ [التوبة: 101] میں نفی منافقین کے علم سے متعلق ہے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں۔ کلام مقید پر نفی قید کو اڑاتی ہے مقید کو نہیں۔ مزید یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں منافقین کا علم بھی دیا گیا جیسے دوسری آیت میں ہے: ﴿ما كان الله ليذر المومنين على ما انتم عليه حتى يتميز الخبيث من الطيب﴾ [النساء:۱۷۹]۔ تو پہلی آیت کے استمرار صدق کیلئے نسبت کا استمرار ہونا لازمی نہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے تین جواب ارشاد فرمائے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۲۵۲، ۳۷٤)

(48) وہ عدم التفات و توجہ کو عدم علم سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمال الٰہی کے مشاہدہ میں اسطرح مستغرق ہوتے کہ غیر اللہ کی طرف توجہ نہ رہتی۔ اس وجہ سے وقتی طور پر بعض امور دنیوی شعور سے باہر رہے، یہ نادراً ہی ہوا اور کمال علم کے ہرگز منافی نہیں، مولانا روم نے مثنوی میں فرمایا:

گرچہ ہر غیبی خدا ما را نمود
دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

اسکی شرح میں بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اسی بات کی تائید فرمائی۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "إنباء الحيّ" (ص ٦٢٣) میں تحقیق فرمائی کہ یہ ابتداء امر کی بات تھی بعد میں تو شہود وشعور کو یہ کمال حاصل ہوا کہ ایک وقت میں کئی اشیاء کی طرف توجہ رہتی تھی یوں کہ کوئی شہود دوسرے سے مشغول نہ کرتا۔"إنباء الحيّ" میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے حدیث تأبير النخل (تلقیح التمر) کا یہ بھی ایک جواب دیا ہے۔دیوبندی عالم خلیل انبیٹھوی نے "المهند" میں تسلیم کیا ہے کہ کسی جزوی حادثہ میں عدم توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلم ہونے میں کسی طرح کا نقص نہیں پیدا کرتا۔

فائدہ ۷۰: قلیل ونادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔پس نادر الوقوع واقعات کو عدم علم کی بنیاد بنالینا سراسر خطا ہے۔

(49) قضیہ شرطیہ کیلئے وہ صدق مقدم کو ضروری سمجھتے ہیں جبکہ شرطیہ مفروضہ بھی ہوسکتا ہے اور مقصد اسکا کوئی اہم بات کی تعلیم ہوتا ہے۔ حدیث: "فإن قضيت لأحد منكم بشيء من حق أخيه فإنّما أقطع له قطعة من النار" (ترمذی) کو عدم علم غیب کی دلیل اسی بنیاد پر بنایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے بارے غلط فیصلہ صادر کرسکتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کا غلطی سے بھی حق نہ مارتے۔دراصل حدیث شریف میں ایک ناممکن بات کو محض تہدید کیلئے فرض کرلیا گیا ہے۔ایسا شرطیہ تو قرآن مجید میں بھی ہے: ﴿قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ [الزخرف: 81] اور ہر موحد مومن کا یہ اعتقاد ہے کہ اسکا مقدم

سچا نہیں، مفروضہ ہے۔ ("الكلمة العليا")

فائدہ ۱۷: یادر ہے کہ قضیہ مفروضہ وہیں درست ہوتا ہے جہاں مقصد کلام بھی درست ہو۔ اگر مقصد از روئے شرع فاسد ہو تو قائل قضیہ پر شرعی احکام کا نفاذ ہوگا۔ آیت مذکورہ میں مقصد اثبات توحید اور ابطال شرک ہے۔ تحذیر الناس میں ابطال معنی ختم نبوت کیلئے جو قضیہ مفروضہ ''اگر بالفرض'' کیساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ شرعا قابل گرفت ہے کیونکہ اسکا مقصد فاسد و مخالف شرع ہے۔ (''اصول تکفیر''، ص ۲۳۱)

(50) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فقط امور دینیہ کا علم مانتے ہیں اور امور دنیویہ کے حصول علم سے انکار کرتے ہیں۔ جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت مبارکہ اصلاح دین و دنیا دونوں کیلئے تھی كما في كتاب "الشفا" وشروحه. آیت تبیان کی روشنی میں دین و دنیا کا ہر علم باطن قرآن میں ہے۔ بلکہ محققین کے نزدیک دین و دنیا کی تقسیم باعتبار عام لوگوں کے ہے اور عارف کی نگاہ میں کائنات کی ہر چیز کی معرفت کا تعلق دین سے ہے۔ ("إنباء الحيّ"، ص ۲۲۱-۲۲۸)

(51) وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا سارا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ثابت ماننے سے انکی توہین ہوتی ہے؛ کیونکہ اسمیں قبیح اشیاء کا بھی علم داخل ہے۔ حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ قبیح اشیاء کا علم اللہ تعالی کو بھی ہے تو کیا اس سے بھی ان اشیاء کے علم کی نفی کی جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ مخالفین کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انھوں نے قبیح کے علم کو بھی قبیح سمجھ لیا ہے جبکہ ایسا نہیں ہاں قبیح کا فعل قبیح ہے۔

(52) وحی جلی سے حصول علم کی نفی سے وہ سمجھتے ہیں کہ مطلقا علم منفی ہے حالانکہ وحی خفی سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا جاتا تھا۔ ﴿وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ﴾

[المؤمن:78]. کا ایک جواب یہ بھی ملا علی قاری نے دیا ہے کہ نفی وحی جلی کی ہے۔ ("الكلمة العليا")

(53) وہ سوال کرنے کو عدم علم کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں مروی ہے کہ صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالاً پوچھا کہ کون ہے؟ اگر ہر جگہ سوال کرنا عدم علم کیوجہ سے ہو تو پھر یہ قول اللہ تعالیٰ کے بارے کرنا پڑے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا: أولم تؤمن؟ حق یہ ہے کہ ایسی جگہ امت کی تعلیم مقصود تھی۔ ("الكلمة العليا")

(54) صحابہ کرام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاورت کرنا تعلیم امت کی غرض سے تھا عدم علم کی وجہ سے نہیں۔ مشاورت میں بہت حکمتیں اور فوائد ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاورت کی اور تحقیق کروائی یہ عدم علم کی بنا پر نہ تھا ورنہ قسمیہ طور پر یہ نہ فرماتے: "واللہ ما علمت علی أهلي إلا خيرًا (بخاری) بلکہ ایک حکمت یہ تھی کہ منافقین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ جب امت کے معاملات میں تحقیق ہوتی ہے تو اپنے گھر کے معاملے میں کیوں نہیں ہوتی اور دوسرا یہ کہ وہ یہ بھی کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کی خود صفائی پیش کرتے ہیں۔ وحی کی انتظار میں ایک یہ بھی حکمت بالغہ تھی کہ سیدہ کی طہارت پر ۱۷ آیات اتریں اور انکی تلاوت نماز میں وخارج نماز تا قیامت ہوتی رہے گی۔ سیدہ کے معاملہ میں حکمتوں کو جاننے کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "مقالات کاظمی" (۲: ۱۲۶)، "فتاوی بحر العلوم" (۶: ۱۸۰) و "فتاوی صدر الافاضل"۔ اگر مشورہ کرنا عدم علم کی بنا پر

ہی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بھی فرشتوں سے: ﴿إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ [البقرة:30] والی مشاورت قرآن مجید میں آئی ہے کیا اسکے بارے میں بھی معاذ اللہ یہی قول کیا جائیگا؟

(55) مخالفین سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت جبریل امین کے ذریعے علم آتا تھا جبکہ یہ بات خلاف تحقیق ہے۔ کشف، الہام، احادیث قدسیہ اور خوابوں میں جب امور غیبیہ کا علم دیا جاتا تو جبریل امین ذریعہ نہیں بنتے تھے۔ اسی طرح معراج کی شب بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کثیر علوم سے نوازا گیا کما في أحاديث الترمذي.

فائدہ ۲۷: محققین اہل سنت مثل امام غزالی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سارے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو جو نور نبوت عطا فرمایا اسی سے وہ غیب کی باتیں دریافت فرمالیتے، "المنقذ من الضلال" میں یوں رقمطراز ہیں: "ووراء العقل طور آخر تنفتح فيه عين أخرى يبصر بالغيب وما سيكون في المستقبل وأمور أخر والعقل معزول عنها" جسکا مفہوم یہ ہے کہ "عقل سے آگے ادراک کا ایک اور ذریعہ ہے جہاں سے ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے۔ اس آنکھ سے نبی غیب، امور مستقبلہ اور دیگر باتوں کو دیکھ لیتا ہے جہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں"۔ احیاء العلوم شریف (۴:۲۹۲) میں فرماتے ہیں: "والرابع أنّ له صفة بها يدرك ما سيكون في الغيب، أما في اليقظة أو في المنام إذ بها يطالع اللوح المحفوظ فيرى ما فيه من الغيب فهذه كمالات وصفات يعلم ثبوتها للأنبياء" یعنی نبی کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اسے، ایسی صفت حاصل

ہوتی ہے جس سے وہ نیند یا بیداری میں آئندہ آنے والے غیب کا ادراک کر لیتا ہے کیونکہ اسی صفت کیساتھ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور اسمیں درج غیبی باتوں کو دیکھ لیتا ہے پس یہ وہ کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کیلئے معلوم ہے۔ یاد رہے کہ یہ نور نبوت بھی اللہ تعالی کا عطا کردہ اور فیضان ہے جو کسی نبی کا ذاتی طور پر نہیں

(56) وہ وسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم (علم ماکان وما یکون) سے متعلق آحاد صحیحہ سے انکار کرنے کی خاطر اس مسئلہ کو باب فضائل سے نکال کر باب عقائد میں لے گئے تا کہ صرف قطعیات پر استناد ہو مگر بھول گئے کہ باب عقائد میں اگر اثبات کیلئے دلیل قطعی درکار ہے تو نفی کیلئے بھی دلیل قطعی درکار ہے، عدم وسعت علم پر ایک بے اصل روایت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے پیش کی جسے وہ خود بے اصل قرار دیتے ہیں اور یوں اپنے ہی قاعدہ کو مخالفین نے اسی مقام پر توڑ دیا۔ یہ خاص بات دیوبندی کتاب ''براہین قاطعہ'' سے متعلق ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ جب "الدولة المكيّة" (ص ۸۵) میں انہی کے بیان کردہ اس اصول کی روشنی میں ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مخالفین کوئی ایسی برہان دکھائیں جو قرآن کریم کی آیت یا حدیث متواتر ہو جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی اور یہ حکم کرتا ہو کہ تکمیل قرآن کے بعد کوئی واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا ہو بایں معنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاً جانا ہی نہیں تو ملک خصم میں سناٹا چھا جاتا ہے۔

(57) مخالفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم خمسہ [لقمان: ۳۴]، اسی طرح روح، آیات متشابہات وقت قیامت کے علم وغیرہ کی نفی کی خاطر بعض علماء کے اقوال خصوص دکھاتے ہیں کہ فلاں فلاں ان علوم کی مخلوق سے نفی کرتے ہیں جبکہ ہم نے ان

علوم کے بارے میں اجماع کا کب دعوی کیا تھا کہ سب ان کے احاطہ کے قائل ہیں؟ بلکہ ان علوم کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونا آئمہ اہل سنت کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے۔ یہ اقوال ہمارے مدعا کو کب باطل کرتے ہیں؟ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اجماعی اور اختلافی حدود کی تحقیق ''خالص الاعتقاد'' (۱۲۶:۲۹) کے حوالے سے مقصد اول میں گزر چکی ہے۔

(58) مخالفین اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا بعض اشیاء کے استثناء سے ہٹ کر یہی علماء خصوص باقی علوم غیبیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت مانتے ہیں (''جلاء القلوب''، ۱:۱۲٦) یعنی اجماعی حدود میں اتفاق کرتے ہیں اور اختلافی حدود میں اختلاف کرتے ہیں؛ لہذا مخالفین کا ان پر استناد کیسے درست ہوسکتا ہے جو کہ اجماعی حدود میں بھی اختلاف کر کے قائلین خصوص کی مخالفت کرتے ہیں؟

(59) ہمارا دیوبندیوں سے بالخصوص اختلاف ان کے کلمات کفریہ سے متعلق ہے۔ وہ اس سے بچ کر حدود علم اور غیب کے خاص باللہ و بے خاص وغیرہا ہونے کی ابحاث کو بے علاقہ لے دوڑتے ہیں اور اصل بحث سے فرار کرتے ہیں۔

(''خالص الاعتقاد''، فتاوی رضویہ ۴۵۲:۲۹)

(60) وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اشیاء خمسہ کا علم (قیامت کب ہوگی، بارش کا علم، ماں کے رحم میں کیا ہے، کل کوئی کیا کمائے گا اور کوئی کہاں مرے گا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مانا جائے تو ان کا اختصاص اللہ تعالی کیساتھ نہیں رہتا حالانکہ سورہ لقمان کی آیت ۳۴ میں ان علوم کو اللہ تعالی کیساتھ خاص کیا گیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو علم اللہ تعالی کیساتھ خاص ہے وہ ذاتی ہے جو کسی دوسرے سے حاصل نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کیلئے علوم خمسہ کی عطا ماننا کب اختصاص مذکور کے منافی ہے؟

("الدولة المكية"، ص ۹۱)

فائدہ ۳۴۷: سورہ لقمان کی آیت ۳۴ کے بارے میں مخالفین کا موقف یہ ہے کہ اسمیں پانچ اشیاء کے علم کو اللہ تعالی نے اپنی ذات کیساتھ خاص فرمادیا بنسبت دوسرے غیوب کے اسلئے یہ کسی بھی طرح مخلوق کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو جانتے ہیں۔ وہ کون سا مانع ہے جو معاذ اللہ اعلام الہی میں رکاوٹ بن سکتا ہے؟ پھر ہمارا ان سے سوال ہے کہ ان پانچ میں آپ نے جو اختصاص مان کر سلب مانا ہے تو کیا سلب عموم مانتے ہو (کہ انکا علم محیط کسی کو نہیں) یا عموم سلب (کہ دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا)؟ اگر سلب عموم مانتے ہو پھر ان پانچ کے علاوہ جمیع غیوب میں تم نے عموم اعلام مانا اور خاص ان پانچ کے بعض میں بھی اعلام مان لیا حالانکہ سلب عموم مراد لینا سراسر باطل ہے؛ کیونکہ لازم آئیگا کہ اللہ تعالی نے کنہ ذات وصفات ودیگر امور غیر متناہیہ بالفعل کا بھی علم تفصیلی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہو جو ان پانچ سے جدا علم ہیں اور یہ درست نہیں، نہ اہل سنت اسکے قائل ہیں نہ مخالفین۔ اگر عموم سلب مراد ہے تو یہ بھی باطل اسلئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ میں سے بعض کا علم بھی کسی کو نہ دیا ہو اور یہ ثابت شدہ روایات متواترۃ المعنی کے خلاف ہے۔

("الدولة المكية"، ص ١٠٤؛ "تفسير الحسنات"، ٤ :١٠٨٨)

(61) مخالفین نے یہ سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ لقمان کی آیت ۳۴ میں پانچ چیزوں کے علم کا حصر سمجھا جبکہ ﴿يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ اور ﴿يَعْلَمُ مَا فِي

الْأَرْحَامِ﴾ میں حصر وقصر نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ دراصل ان پانچ امور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "مفاتح الغیب" کی تفسیر قرار دے دیا اور اس آیت کے اس حصہ "لا یعلمها الا هو" کی وجہ سے سورہ لقمان کی آیت میں پانچ امور کے علم کا حصر اللہ تعالی کی ذات کیلئے مانا۔ یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لقمان سے ہی حصر سمجھا، سراسر خطا وتحکم ہے۔("الفیوضات الملکیة"، ص ۹۲)۔

(62) اس مقام پر پانچ کے عدد کو وہ مفید حصر سمجھتے ہیں جبکہ یہ درست نہیں اسلئے کہ قاعدہ کی رو سے عدد معین زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتا: "العدد لا ینفي الزائد"، ان پانچ چیزوں کو اللہ عزوجل سے خاص کرنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی بھی شیء اللہ تعالی کے علم کیساتھ خاص نہیں۔ خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اور کہیں چھ چیزوں کو اپنی خصوصیات میں شمار کیا اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحقیق "البحث الفاحص عن طرق أحادیث الخصائص" کے مطابق کل روایات میں مجموعی طور پر ۳۰ خصوصیات بیان ہوئی ہیں پھر حدیث میں وارد چھ اور پانچ کے عدد یقیناً نفی ماعدا اور حصر کی دلیل نہیں ہوسکتے اسی طرح آیت مذکورہ کا حال ہے۔ ہاں ان پانچ اشیاء کا بطور خاص ذکر کرنا ایک نکتہ لطیفہ کی وجہ سے ہے جو "الدولة المکیة" (۹۳) میں ملاحظہ کیا جائے؛ کیونکہ اسکے سوا کہیں نہیں ملے گا۔

(63) مخالفین یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علوم خمسہ کو ماننا صرف بعض صوفیاء کا مذہب ہے، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اہل بدعت کا مذہب ہے جبکہ حق یہ ہے کہ اکابر شافعیہ، حنفیہ اور مالکیہ کا مختار یہی ہے جن میں سرفہرست یہ ہستیاں

ہیں: علامہ عینی، امام قرطبی، علامہ شطنوفی، امام یافعی، شیخ ابن کثیر، امام سیوطی، امام قسطلانی، امام ابن حجر، علامہ علی قاری، علامہ شنوانی، علامہ ابراہیم بیجوری، علامہ شہاب الدین خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

(ملاحظہ ہوں ان کے اقوال: "الدولة المكية"، ۱۰۱؛ "خالص الاعتقاد" ۲۹:٤٥٤؛ "الفيوضات الملكية"، ص ۱۰۲)

"الدولة المكية" کی تقریظات (قلمی بھی الحمد للہ محفوظ ہیں) پڑھنے سے اس مغالطے کا خوب ازالہ ہو جاتا ہے۔ حرمین شریفین، بلاد شام، عراق، مصر و مغرب کے اکابر علماء و مفتیان مذاہب اربعہ نے (جن کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز ہے) امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقف اور استدلال سے بڑھ چڑھ کر اتفاق کیا، آیت تبیان کے عموم کو مانا اور علوم خمسہ کا علم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کیلئے تسلیم کیا ہے۔ ساری تقریظات علماء تو شائع ہی نہیں ہوئی۔ پہلے گزر چکا کہ علامہ کتانی علیہ الرحمہ نے بھی تقریظ لکھی تھی جواب تک تلاش کے باوجود حاصل نہیں ہوئی۔

فائدہ ۴۷: فقیر نے صرف علماء شام ہی کی غیر مطبوعہ تقاریظ کو بنام "تقريظات علماء الشام القديمة"، (مطبوعة دار طيبة الغراء) جمع کر کے ان کو دمشق سے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا تھا جو کل بارہ (۱۲) ہیں اور دمشق کی اہم علمی شخصیات کی ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) مفتی دمشق علامہ عطا اللہ الکسم

(۲) علامہ سید عبدالقادر الخطیب

(۳) سید تاج الدین بن المحدث الاکبر بدر الدین الحسنی

(۴) شیخ احمد رمضان

(۵) السید عبداللہ بن السید کمال قائم کذبری زادہ

(۶) مفتی حنابلہ مصطفیٰ الشطی

(۷) علامہ محمود العطار

(۸) مفتی سید محمد یحیی القلعی

(۹) علامہ محمد الحکیم

(۱۰) علامہ محمد قاسم الحلاق

(۱۱) علامہ محمد قاسم سفرجلانی

(۱۲) عارف باللہ محمد عارف محملجی

معلوم ہوا کہ عموم علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا موقف محققین ائمہ اہل اسلام کا مختار و پسندیدہ ہے۔

مقصد سوم:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الكِتَابَ تِبيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

آیت تبیان سے متعلق مخالفین کے ۱۹ شبہات کا انکشاف

(1) اس نص کو بلا وجہ ظاہر سے پھیرتے ہیں جبکہ نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے جب تک کوئی وجہ صارف نہ ہو۔ جس وجہ سے بعض مفسرین اس کے ظاہری معنی سے عدول کرتے ہیں وہ مقصد بھی بعد از تخصیص پورا نہیں ہوتا اور جو اعتراض قبل از تخصیص وارد ہوتے تھے بعد کو بھی وارد ہوتے ہیں تو تخصیص بے فائدہ رہ جاتی ہے ("إنباء الحيّ"، ص۱۸۷) نص کو ظاہر سے پھیرنے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، کلمہ کل کو مجازی معنی میں کرنا (جیسا علامہ شہاب خفاجی نے کیا، "إنباء الحيّ"، ص۲۰۳) احالہ کا قول کرنا (جیسا قاضی بیضاوی نے کیا، "إنباء الحيّ"، ص، ۱۹۸، ۲۱۶)، کلمہ شيء میں تخصیص کرنا (جیسا قاضی بیضاوی و امام رازی نے کیا، "إنباء الحيّ"، ص۲۱۹)۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی "إنباء الحيّ" میں تحقیق کو سمجھنے کے بعد اس آیت کو ظاہر سے پھیرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ غلطی قائلین خصوص کی بھی ہے اور منکرین وسعت علم نبوی کی بھی اور انکا اس آیت کی بنیاد پر انکار از قبیل بناء الغلط علی الغلط ہے۔

تنبیہ: ائمہ قائلین خصوص اور مخالفین کے درمیان فرق کی تفصیل مقصد اول میں ملاحظہ ہو۔

(2) تنصیص مفسرین یعنی لفظ "شيء" کا کوئی خاص معنی بیان کر دینے سے آیت میں تخصیص نہیں ہوتی جبکہ مخالفین اسے تخصیص سمجھتے ہیں؛ کیونکہ تنصیص حصر و تخصیص کی دلیل نہیں ہوتی، مخالفین کا یہ کہنا کہ مفسرین کے اقوال تشریحیہ "شيء" کی تخصیص کرتے ہیں اور کل مفسرین اس آیت میں خصوص معنی کے قائل ہیں سراسر غلطی اور جہالت ہے۔

("إنباء الحيّ"، ۱۱۲-۱۱۴؛ "الفيوضات الملكية"، ص ۸۱)

(3) مخالفین کا یہ زعم کہ آیت تبیان کے بارے سارے مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ عام نہیں اور اس سے مراد صرف احکام دینیہ وحلال وحرام ہیں از قبیل بناء الغلط علی الغلط ہے۔ اسلئے انکا یہ زعم کہ "اس آیت کو عام ماننا اور اس سے وسعت علم نبوی پر استدلال کرنا بدعت ہے" ایک فاحش غلطی ہے۔ قائلین تخصیص وہی بعض مفسرین ہیں جنہوں نے تخصیص کی صراحت کی یا عموم کی نفی کی ہے مثل امام رازی۔ ورنہ جمہور اس کے عموم کے قائل ہیں۔ مخالفین نے سوچ رکھا ہے کہ جس مفسر نے لفظ شيء کا کوئی مخصوص معنی بیان کیا اور تخصیص کی صراحت نہ کی یا عموم کی نفی نہ کی وہ قائل خصوص ہے۔ انکا منشا غلطی یہی ہے کہ وہ تنصیص اور تخصیص میں فرق نہ کر سکے۔

فائدہ ۷۵: اگر تنصیص تخصیص ہو تو لازم آئے گا کہ آیت کو تمام معانی پر محمول نہ کیا جائے جبکہ قرآنی آیات ذو وجوہ ہیں اور ہر معنی کے اعتبار سے حجت ہیں۔

("إنباء الحيّ"، ۱۱۵-۱۲۲)

(4) ہمارے مخالفین جتنے واقعات وجزئیات نفی علم پر احادیث سے پیش کرتے ہیں سب آحاد ہیں۔ نص عام قطعی میں خبر آحاد ظنی خواہ کتنے ہی اعلیٰ درجہ کی صحت کو کیوں نہ

پہنچی ہو تخصیص نہیں کر سکتی؛ لہذا تاویل ممکن ہو تو وہی خبر واجب التاویل ہوگی اور بفرض محال اگر تاویل ممکن نہ ہو تو واجب الرد کہ قطعی کے مقابلے میں ظن کا اعتبار نہ ہوگا، مثلاً حدیث افک وغیرہا۔("إنباء الحيّ"، ٢٥١)

(5) مخالفین جتنے واقعات سے استدلال پکڑتے ہیں سب نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کے ہیں اور ہمیں مضر نہیں؛ اس لئے کہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن کے مکمل ہونے پر ما کان و ما یکون کو محیط ہوا ہے تو تکمیل علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کی تکمیل کیساتھ ہے۔ اس سے پہلے احاطہ کے ہم قائل نہیں؛ لہذا بوقت نزول نفی علم پر دلائل پیش کرنا ہمیں کچھ نقصان نہیں دیتا۔ پس یہ جواب کہ ہمارا دعوی تکمیل علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے تدریجی ہے ایسا ہے کہ سب اعتراضات کو کافی ہے کما قال الامام. آیات: ﴿وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ﴾ [المؤمن: 78]. ﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٍ﴾ [السجدة: 17]. ﴿وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ﴾ [الأعراف:188]. ﴿لَا تَعۡلَمُهُمۡ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ﴾ [التوبة: 101]. وغیرھا کا یہی جواب ہے کہ ان کا تعلق زمانہ نزول قرآن سے ہے۔ اسی طرح جزئیات بر عدم علم جو احادیث میں ہیں سب کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے۔

فائدہ ۶۷ واقعات کی تحقیق کا معیار:

امام احمد رضا علیہ الرحمہ مخالفین کے عدم علم پر پیش کردہ سارے قصص و اخبار کو پرکھنے کا معیار یوں بیان فرماتے ہیں: ''الحمد للہ طائفہ تالفہ وہابیہ جس قدر قصص و روایات

واخبار وحکایات علم عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن دوز وفتن سوز انہیں دو فقروں میں ہو گیا، دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو ان قصص کی تاریخ معلوم ہو گی (۲) یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان سے اسناد جہل مبین کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول ہے اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں (۱) یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہو گی یا (۲) بعد کی بر تقدیر اوّل مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ بر تقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں تصریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد (یعنی بے فائدہ ہاتھ چھیلنے کی بات ہے) مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادۃ نہیں دکھا سکتے اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک ہی جواب جامع ونافع ونافی وقامع سب کیلئے شافی وکافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بانی"۔

("إنباء المصطفى"، ص ۳، ٤؛ "الدولة المكية"، ص ٨٤)

(6) وہ احتمالی دلائل کو صریح ومتعین نص (آیت تبیان) کے خلاف پیش کرتے ہیں۔

جیسے عدم علم پر پیش کی جانے والی احادیث آحاد ہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ٢٥١)

(7) مخالفین سمجھتے ہیں کہ اگر آیت تبیان کو قطعی مانا جائے تو ان مفسرین کی تکفیر لازم آئیگی جو اسکے عموم کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں اسلئے کہ عام کی قطعیت اجتہادی ہے اور ایک ہی لفظ کسی کے نزدیک عام قطعی ہو اور کسی کے نزدیک مخصوص ظنی تو کسی کی بھی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ بلفظ دیگر: وہ قطعی کلامی اور قطعی اصولی میں فرق کرنے سے قاصر ہیں۔ قطعی کلامی تو یہ ہے کہ اسمیں تاویل کا اصلا احتمال ہی نہ ہو اور قطعی اصولی

یہ ہے کہ اسمیں احتمال تاویل تو ہو (مثلا عام میں تخصیص، یا حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی لینا) مگر کسی دلیل سے ناشی نہ ہو۔

("الفیوضات الملکیة"، ص۸۳؛ "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی"، فتاوی رضویه، ۲۹:۶٦٧؛ "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت"، ۱:۲۵۲)

(8) آیت تبیان کو عام ماننے سے سمجھتے ہیں کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم مساوی ہونا لازم آتا ہے جو عند الفریقین باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہوا۔ ان کے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ تورات کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ﴿وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [الأنعام:154] اگر یہاں بھی وہی معنی کیا جائے جو ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کا کیا گیا ہے تو دونوں نبیوں کا علم مساوی ہوگا۔ اسکا پہلا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے آیت تبیان میں جس علم کا ثبوت ہے وہ فقط ابتدائے خلق سے انتہائے خلق تک کی مخلوقات کے بارے میں علم ہے جبکہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں دلیل سے ثابت کیا کہ وہ امور آخرت اور ذات وصفات کے بارے ترقی پذیر ہے، سو مساوات لازم نہیں آتی۔ اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالی کی ذات وصفات کے بارے میں صرف ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو نہیں بلکہ دیگر انبیاء کرام حتی کہ تمام مومنین کو ترقی حاصل ہوتی ہے لہذا غیر متناهي لا تقفی عند حد تمام مومنین کو حاصل ہوتا ہے جس کا اعتراف امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بھی کیا ہے ("إنباء الحيّ"، ص۲۵۸، ۳٦۲؛ "الفیوضات الملکیة"، ص ٤۳) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس

حصول کے قدر میں بھی تفاوت ہوتا ہے لہذا پھر بھی مساوات لازم نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام جو کچھ جانتے ہیں سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سے جانتے ہیں اسلئے کہ ان کے تمام فضائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہیں۔ بس ان کا نہ ادراک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادراک کی طرح ہے نہ ان کا احاطہ ان کے احاطہ کی طرح ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے ساری دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے ''قصیدہ بردہ'' میں فرمایا:

فإنّه شمس فضل هم كواكبها

يظهرن أنوارها للناس في الظلم

فاق النبيين في خلق وفي خلق

ولم يدانوه في علم ولا كرم

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے آخری شعر کی شرح میں فرمایا کہ اس میں صفت علم کو نکرہ اسلئے ذکر کیا کہ انبیاء کرام میں سے کوئی ایک بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک جنس علم کے قریب نہیں پہنچ سکا! امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان اقوال کے علاوہ امام شعرانی، امام ابن حجر مکی اور دیگر ائمہ کرام کے اس مطلب پر بھی اقوال جمع فرمائے ہیں۔

("الفيوضات الملكية"، ص ۱۲۷، "إنباء الحيّ"، مطلب عظيم كل فضيلة ومعجزة و كرامة للنبى صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۱۱ ـ ۳۲۲)

علامہ خرپوتی علیہ الرحمہ کی شرح بردہ بھی مطالعے میں آئی اور ان کا یہ قول دل میں جما کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفیض یعنی فیض دینے والے ہیں اور باقی انبیاء ان

سے فیض لینے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پیدا کیا پھر اسے سب انبیاء کے علم دیئے اور ما کان وما یکون کا علم دیا پھر انبیاء عظام کو پیدا کیا اوران سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے علم حاصل کیا۔

("عصیدۃ الشھدۃ"، ص ۸۳)

تو حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور علم سے حاصل ہے تو علم کی افضیلت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ تورات میں "تفصیل لکل شیء" کی تفسیر کرتے ہوئے ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر فرمایا کہ جب موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے تورات کی تختیوں کو زمین پر ڈالا تو تفصیل لکل شیء اس سے اٹھالی گئی اوراسمیں صرف ہدایت ورحمت (یعنی احکام) رہ گئے۔ سواس تفسیر کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ تفصیل لکل شیء کا علم حضرت موسی علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوا؛ کیونکہ وہ اُٹھالیا گیا تھا، لہذا مساوات لازم نہیں آتی۔ فقیر نے یہ بھی اضافے کیے: (الف) کسی ایک جگہ عموم مراد لینے سے ضروری نہیں کہ ہر جگہ عموم مراد لیا جائے جس طرح دیوبندی مخالف نے تورات سے متعلق آیت میں تفصیل لکل شیء میں تبیان لکل شئ کی وجہ سے عموم مراد لیا۔ (ب) اگر تفصیل لکل شیء سے مراد احکام دینیہ ہی ہوں جس طرح دیوبندیوں کا نظریہ ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول لغو ہو جاتا ہے؛ کیونکہ تفصیل کے اٹھ جانے سے احکام کا اٹھ جانا مراد ہوگا پھر ہدایت ورحمت جو رہ گئی تھی کیا ہو سکتی ہے؟ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رو سے لازمًا ماننا پڑے گا کہ احکام

دینیہ اس تفصیل لکل شیء کے مغایر ہیں جو تورات میں اتری تھی۔ بعد میں اعلحضرت علیہ الرحمہ کی ان دونوں باتوں پر واضح نصوص بھی مل گئی، فالحمد لله على حسن الفهم والادراك۔

("الفيوضات الملكية"، ۸۳؛ "إنباء الحيّ"، ۱۱۷-۱۱۸)

(ج) سورہ اعراف آیت ۱۴۵ میں بھی تورات کی یہی صفت بیان ہوئی اور آگے آیت ۱۵۴ میں ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے تختیاں اٹھائیں تو صرف ہدایت ورحمت ان میں باقی رہی۔ تو ظاہر قرآن بھی ہمارے موقف کے موافق ہے: ﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ﴾ [الاعراف:154].

(دال) ہمارے موقف پر یہ اعتراض بھی نہیں ہوسکتا کہ نبی سے سلب علم ہورہا ہے جو شرعا محال ہے اسلئے کہ تفصیل لکل شيء حضرت موسی کے دل پرنہیں بلکہ تورات کی تختیوں میں اتاری گئی تھی اور وہیں سے اٹھالی گئی۔ یہ وہ جواب تھے جو بفیضان اعلحضرت رضی اللہ عنہ فقیر نے ایک دیوبندی عالم کو تحریری مناظرے میں دیئے اور وہ بحمداللہ انکا جواب نہ دے سکا۔

(ملاحظہ ہوانگریزی مقالہ: "دفع الشبهات عن علم أعلم المخلوقات")

(9) مخالفین ایسی دلیل دیتے ہیں جو ہمارے مدعا کی نقیض نہیں ثابت کرتی بلکہ مباین نقیض ثابت کرتی ہے۔ امور غیر متناہیہ بالفعل مثل امور ماورائے قیامت اور ذات وصفات باری تعالٰی کے بارے میں عدم علم کی دلیل دینا ہمیں مضر نہیں۔ مخالفین ہمارے دعویٰ احاطۂ ماکان و مایکون کے مقابلے میں بخاری شریف سے حدیث

شفاعت کو پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسی ثناء تعلیم فرمائے گا جوانہیں پہلے سے معلوم نہ ہوگی۔ یہ ایسی سلب جزئی ہے جس کا تعلق صفات باری تعالیٰ سے ہے؛ لہذا ہمارے دعویٰ کی نقیض کو ثابت نہیں کرتی اور نہ مطلقا نفی علم کی دلیل ہے۔ ("الفيوضات الملكية"، ص ٤٣، ٨٤) بلکہ اس حدیث میں "لا تحضر ني الآن کے الفاظ اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ نفی صرف زمانہ حال کی تھی نفی للمآل نہیں۔ (''مقالات کاظمی'')

ہمارے مدعا کو توڑنے والی دلیل کی قبولیت کیلئے چار شرائط ہیں جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں۔

(10) ''شاید کوئی آیت نفی علم، آیت تبیان کے بعد نازل ہوئی ہو'' اس احتمال کی بنیاد پر مخالفین سمجھتے ہیں کہ کیونکہ آیت تبیان کے مقصود کے جانب خلاف کا احتمال ہے لہذا قاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کی وجہ سے اس آیت کو تکمیل علم پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عین یہی قاعدہ انکے خلاف بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس آیت نفی کو وہ بعد والی مانیں گے احتمال ہے کہ وہ پہلے اتری ہو؟ لہذا ان کا اس سے استدلال درست نہ ہوگا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ جب قرآن کریم سارا کا سارا نازل ہو چکا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالمخلوقات بھی مکمل ہوا اسلئے آیات کے آگے پیچھے ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ اگر بالفرض آیت نفی بعد کو مانی بھی جائے تو اس سے علم ذاتی کی ہی نفی مراد ہوگی اور ہمارا آیت تبیان سے استدلال علم عطائی پر ہے تو مقصود کے خلاف احتمال ہرگز نہ رہا۔

(امام اہلسنت علیہ الرحمہ ''بحوالہ 'علم غیب''، علامہ صالح نقشبندی رحمہ اللہ)

(11) مخالفین آیت: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [النساء:113]. کے حوالے سے اعتراض کرتے ہیں کی اگر اس سے مراد ہر چیز کا علم ہے تو پھر اس آیت کے بعد جو قرآن اُترا اسمیں کن چیزوں کا بیان تھا؟ آیت تبیان کی روشنی میں آپکا موقف تو تکمیل علم بوقت تکمیل نزول قرآن ہے جسکی تصریح مولانا احمد رضا نے متعدد تصانیف میں کی، اگر آپ یہ کہیں کہ مذکورہ بالا آیت کے نزول کے بعد نئی اشیاء کا علم دیا گیا تو پھر یہ آیت عام نہ ہوئی اور خلاف مفروض لازم آیا اور اگر یہ کہیں کہ انہی اشیاء کا علم تکرار سے دیا گیا تو تحصیل حاصل ہوگا؟ جواب اسکا یہ ہے کہ اگر چند اشیاء کا تکرار سے نزول ہوتا ہے تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ قرآن کریم میں نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا بار بار ذکر آیا معلوم ہوا کہ نزول قرآن ہمیشہ نئی چیز کی تعلیم کیلئے نہیں ہوتا تھا اور متعدد بار ایک چیز کا اُترنا بر بنائے حکمت تھا۔ (''مقام ولایت ونبوت'')

مزید یہ کہ اس آیت میں تخصیص عقلی ماننے سے کوئی محظور لازم نہیں آتا اور معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم تم اب تک نہیں جانتے تھے وہ تمیں بتادئے ہیں اور اس آیت سے ملتی نصوص جو مفید عموم ہیں مثل: "تجلّى لي كلّ شيء وعرفت" وغیرہا میں بھی یہی معنی ہوگا یا یہ کہ مختلف طرق وحی جن میں انزال قرآن بھی ہے کے ذریعے اجمالاً تمام معارف سینہء مبارک میں ودیعت فرمادئے گئے پھر ان معارف کی تفصیل اور اسکے بیان کی طرف توجہ مبارک کو ملتفت کیا جاتا۔

(از قلمی افادات تاج الشریعۃ مفتی اختر رضا خان الازہری دامت برکاتہم العالیہ)

(12) آیت تبیان میں علوم خمسہ سے متعلق جمیع جزئیات کا علم قطعا داخل ہے سوائے علم قیامت کہ اس کے بارے ہمیں جزم نہیں لہذا اس کے عدم علم پر دلیل دینا ہمیں مضر

نہیں؛ کیونکہ یہ علوم مضمون ''ما کان وما یکون'' میں داخل ہیں اور جملہ محتویات لوح سے ہیں جو آیت تبیان کے لفظ شیء میں داخل ہے، ما کان امور از ابتدائے خلق سے عبارت ہے اور ما یکون تا قیام قیامت کے امور کو شامل ہے (اسی قدر پر لفظ دنیا کا اطلاق ہوتا ہے)۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ''تا قیام قیامت'' میں غایت مغیا میں داخل ہے کہ نہیں یعنی جملہ محتویات لوح میں وقت ساعت بھی ہے کہ نہیں؟ امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس پر ان کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں (نہ داخل ہونے پر اور نہ خارج ہونے پر)۔ اگر وقت قیامت لوح محفوظ میں متعین ہے پھر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آیت تبیان کی دلالت سے اس کا علم ثابت ہے اور اگر وقت قیامت لوح محفوظ میں متعین نہ ہو پھر علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا علم خارج ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اثبات ونفی کے دونوں احتمال برقرار رہتے ہیں اسلئے کہ ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم لوح محفوظ کے علم سے زائد ہے۔ ہاں علم ساعت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے پر ظنی امارات ضرور موجود ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نہ مخالفین کی طرح علم ساعت کی نفی کا جزم کرتے ہیں اور نہ اسکے اثبات کا جزم کرتے ہیں کما قال: "نعم کما لا أجزم بالعلم ولا أجزم بالنفي کھولاء" اگرچہ بعض علماء مثلاً علامہ بیجوری سے اثبات کا جزم منقول ہے۔

("الدولة المكية مع الفيوضات الملكية"، ص ۱۱۲-۱۱۳؛ "رماح للقهار"، فتاوی رضويه ۲۹:۴۱۵؛ "إنباء الحيّ"، ص ٤٦)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اس مقام پر احتیاط فرمانا آپ کی کمال علمی دیانت کا بہترین ثبوت ہے۔ یاد رہے کہ علم ساعت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں داخل ہونا

علمائے اہل سنت میں ایک اختلافی مسئلہ ہے جس میں مثبت ونافی میں سے نہ کوئی گنہگار ہے اور نہ کوئی اہل سنت سے خارج۔ مخالفین کے معتمد سید احمد الشریف البرزنجی علیہ الرحمہ کی بھی اس پر تصریح گزر چکی ہے۔

(13) **مخالفین سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا علم ما کان وما یکون پر مشتمل ہونا عقلاً بعید ہے** کہ اتنی چھوٹی کتاب اتنی تفصیلات کو حاوی کیسے ہوسکتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ انھوں نے پہلی غلطی تو یہ کی ہے کہ تفصیل لکل شيء کو ظاہر قرآن میں ڈھونڈ نے پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ ظاہر قرآن میں تو بڑے بڑے اہم مسائل دین بھی نہیں نظر آتے۔ دراصل یہ تفصیل باطن قرآن میں ہے اور یہ بھی صرف حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے۔

("إنباء الحيّ"، ص ۳۷،۱۳۳)

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ جب تھوڑے وقت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سماوات وما فوقہا کی سیر کرانے پر قادر ہے اور مخلوقات فانیہ میں وسعت پیدا کرسکتا ہے (ملاحظہ ہوں اس کی مثالیں: "إنباء الحيّ"، ص ۷۰۔۱۱) تو کیا خیال ہے اس کے کلام ازلی قدیم کے متعلق جو اس کی صفت ہے کہ وہ کتنے علوم ومعارف پر حاوی ہوگا؟

("إنباء الحيّ"، ص ۸۹)

عجب بات تو یہ ہے کہ جو مخالفین اللہ تعالیٰ کی عموم قدرت کی بنیاد پر کذب جیسے قبیح امر کو داخل قدرت مانتے ہیں اور اسی بنیاد پر امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہوئے وہ یہاں آکر اللہ تعالیٰ کی صفت قدیم میں حیران ہوتے ہیں کہ اس میں اتنی وسعت کہاں کہ ما کان وما یکون کی تفصیلات پر حاوی ہو؟ ان کو یہ بھی علم نہیں کہ قرآن مجید کے معانی کے سمندر کی صرف ایک ہی لہر کا نام ما کان وما یکون ہے (ملاحظہ ہو

فائدہ ۷۹)۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہیں مانتے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ کائنات کے تموم علوم سے نواز دے؟ یہاں قدرت کا سلب کس وجہ سے کرتے ہیں؟ یہاں کون سا استحالہ عقلی وشرعی ہے؟

(تفصیل: ''الکلمۃ العلیا''، ص۳۲)

دیکھو ''مسلم شریف'' کی حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں کھڑے ہوکر ''ما کان وما یکون'' کی خبریں صحابہ کرام کو سنائیں۔ یہ سب معجزات تھے اور اللہ کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے "إنباء الحيّ" (ص ۷۰۔۹۰) میں ایک مستقل فصل باندھ کر اس پر دلائل دیئے کہ شیء قلیل شئ عظیم کو حاوی ہوسکتی ہے اور وہاں تیس (۳۰) مثالیں ذکر فرمائیں۔ جب اولیاء اللہ کی نسبت اخبار موجود کہ ایک شب میں کئی بار قرآن مجید کی تلاوت کر لیتے تو کیا بعید کہ قرآن مجید سب علوم ما کان وما یکون کو شامل ہو؟ یاد رہے کہ جس طرح وقت میں بسط ہوتا ہے اسی طرح طی مکان پر بھی اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ الہام ربّ سے ایک عقلی مثال سے اپنے موقف کی تفہیم کیلئے پیش کرتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں اتنی بڑی کائنات کی صورتیں آن واحد میں چھپتی ہیں جب یہ ممکن ہے تو قرآن مجید میں تفصیل لکل شيء کا ہونا کیوں مخالفین کو امر مستبعد لگتا ہے؟ اسمیں نہ کوئی شرعی استحالہ ہے اور نہ کوئی عقلی استحالہ بلکہ یہ اعجاز قرآن کا ایک اہم پہلو ہے کہ کائنات کے سارے علوم اسمیں موجود ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کا اظہار ہوتا رہے گا۔

فائدہ ۷۷: یہ کہنا کہ ''اللہ رب العزت ما کان و ما یکون کی تفصیلات کو قرآن مجید میں رکھنے پر قادر ہے'' شرعا درست نہیں اسلئے کہ کلام باری تعالی اسکی قدرت کے تحت نہیں بلکہ اس کی صفت ہے اور صفت پر قدرت ماننا اسے مقدور تسلیم کرنا ہے اور جو مقدور ہوتا ہے ممکن ہوتا ہے، اور کلام اللہ ہرگز ممکن و مقدور نہیں، ''فتنبہ''۔

(''الدولة المكية''، ص ۵۸؛ ''سبحن السبوح''، فتاوی رضویہ، ۱۵: ۳۵۴)

(14) مخالفین کا یہ اعتراض بھی درست نہیں کہ آیت تبیان میں مذکور لفظ شیء حقیقتا ما کان و ما یکون کو شامل نہیں اسلئے کہ بوقت نزول قرآن کئی ایسے ممکنات تھے جنھیں ابھی بالفعل وجود نہ ملا تھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ما کان و ما یکون جو لفظ شیء کے مفہوم میں مانا گیا ہے، اسکا اثبات ''لوح محفوظ'' میں موجود علم ما کان و ما یکون سے کیا گیا ہے جو بوقت نزول قرآن موجود تھا اور لوح محفوظ کے جملہ محتویات پر آیت میں وارد لفظ شیء کا حقیقتا اطلاق ہوتا ہے۔

(''الفيوضات الملكية''، ص ۷۶، ۱۱۲)

(15) یہ شبہ بھی درست نہیں کہ آیت تبیان میں لفظ شیء سے مراد اگر ہر موجود ہو تو پھر اللہ تعالی کی ذات وصفات جو کہ غیر متناہی ہیں ان کیلئے بھی قرآن عظیم کو روشن بیان تسلیم کرنا پڑے گا جبکہ یہ خلاف مذہب ہے تو شیء کا معنی موجود کرنا درست نہ ٹھہرا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ کلمہ شیء سے خارج ہیں یا تو اسلئے کہ مفہوم شیء بمعنی موجود ممکن میں سرے سے داخل ہی نہیں یا شیء بمعنی مطلق موجود سے عقلا خاص ہے جس سے قطعیت و عموم آیت تبیان میں فرق نہیں آتا، کتب اصول میں مبرہن ہو چکا کہ تخصیص عقلی سے نص کے عموم و اسکی قطعیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

فائدہ ۷۸: لفظ شیء کے ۳ معانی ہیں:

۱۔ ما یعلم ویخبر عنه اس میں ذات وصفات الٰہ، جملہ محالات ومعدومات ازلاً ابداً شامل ہیں، ﴿وهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الأعراف:101] میں یہی مراد ہے۔

۲۔ ممکن اگرچہ ازلاً ابداً معدوم ہو، ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرة:20] میں یہی مراد ہے۔

۳۔ موجود ممکن اور ﴿خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ [الرعد:16] میں یہی مراد ہے۔ آیت تبیان میں یہی آخری مراد ہے۔

(''فتاوی شارح بخاری''، ۱:۵۱۴)

(16) بعض مخالفین سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید متناہی ہے تو وہ غیر متناہی کی تفصیل کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی غیر متناہی بالفعل ہیں لہذا غیر متناہی تفاصیل بطون قرآن میں ہیں ظاہر قرآن میں نہیں، ظاہر قرآن میں جو کچھ ہے سب متناہی مذکور ہے۔ اس پر کئی علماء اسلام کی تصریحات موجود ہیں۔

("إنباء الحيّ"، ص۵۴، ۵۸، ۶۶، ۶۷)

پھر غور کیا جائے تو معاملہ واضح ہے کہ بیان واظہار ہمیشہ متناہی چیز کا ہوتا ہے غیر متناہی کا نہیں ہوسکتا؛ لہذا قرآن مجید کا تبیان لکل شیء ہونا متناہی علوم ہی کیلئے ہے۔ اور کیونکہ قرآن مجید نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کل شیء کا تبیان ہے، لہذا غیر متناہی علوم اس تبیان سے خارج ہیں۔

("إنباء الحيّ"، ص۵۸، ۶۴، ۶۷)

فائدہ۹۷علوم قرآن کی تین اقسام:

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تفسیر ابن النقیب کا مندرجہ ذیل بیان ''الاتقان'' کے حوالے سے نقل فرمایا کہ علوم قرآن تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم: وہ علوم جن پر اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اطلاع نہیں دی اور یہ کنہ ذات وحقائق اسماء وصفات اور تفاصیل غیوب کا علم ہے (یعنی علوم غیر متناہیہ بالفعل)۔ بالاجماع کسی کو بھی ان سے متعلق بحث کرنے کی اجازت نہیں۔

دوسری قسم: وہ علوم واسرار جن پر اللہ تعالی نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور وہ ان کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ ان علوم میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گفتگو کرنے کی اجازت ہے یا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو۔

تیسری قسم: وہ علوم جن کا علم اللہ تعالی نے قرآن مجید کی جلی وخفی آیات میں رکھا اور اس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور انکی تعلیم کا حکم دیا۔ پھر یہ دو طرح کے ہیں: وہ علوم جن میں گفتگو صرف دلیل نقلی وسمع کے ساتھ جائز ہے اور وہ علوم جو استدلال ونظر سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ (''إنباء الحيّ'' ص۵۴)

اس تقسیم کی ہم تائید کرتے ہیں اور ہمارا دعوی بھی اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پہلے قسم کے علوم کے احاطہ کا دعوی ہی نہیں کرتے بلکہ کسی ایک جزئی غیر متناہی بالفعل کے احاطہ تک کا بھی دعوی نہیں کرتے اسلئے کہ غیر متناہی سے جس قدر مخلوق کو علم دیا جائیگا بقدر متناہی ہی ہوگا۔ دوسری قسم کے علوم کو ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص مانتے ہیں اور تیسری قسم کے علوم اہل ایمان کو بھی تفاوت کے ساتھ حاصل ہیں۔

(17) بعض مخالفین سمجھتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض معانی قرآن کا علم نہیں رکھتے تھے اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون کی تفصیلات حاصل نہیں ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہے قرآن مجید کے معانی غیر متناہی بالفعل ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی ہے لہذا وہ اس غیر متناہی کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

("إنباء الحيّ"، ص ٥٩)

یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ مخالفین نے اصطلاح ما کان و ما یکون کو سمجھا ہی نہیں۔ ''ما کان و ما یکون'' محدود ومتناہی ہے اور روز اول سے قیامت کے دن تک کی تفصیلات سے تعبیر ہے جیسا کہ متعدد بار اسکی وضاحت ہوچکی ہے۔ہم نے اسے غیر متناہی بالفعل تسلیم ہی نہیں کیا اور نہ ہم غیر متناہی بالفعل علوم کے احاطہ کا کسی بھی مخلوق کیلئے دعوی کرتے ہیں۔البتہ غیر متناہی علوم سے جو بھی علم مخلوق کو حاصل ہوسکتا ہے قدر متناہی ہی حاصل ہوگا،کبھی غیر متناہی طور پر نہیں ہوگا۔

("إنباء الحيّ"، ص ٦٧)

رہا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض معانی قرآن کو نہ جاننے کا تو ایک مذہب پر یہ بات درست ہے اور ہم بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کما مر ("إنباء الحيّ"، ص ٥٨، ٥٩) مگر جس نے مقصد اول میں ہمارے مدعا کو اچھی طرح سمجھ لیا وہ جان جائے گا کہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف نہیں اسلئے کہ جن بعض معانی قرآن کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اس سے مراد ما کان و ما یکون کی تفصیلات متناہیہ بالفعل ہیں۔لہذا اس کے علاوہ بعض معانی قرآن مثل غیر متناہی بالفعل کو نہ جاننے سے کب لازم آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کی تفصیلات کا علم نہیں جو کہ

قطعاً متناہی ہیں اور جن کا آیت تبیان سے حصول ثابت ہے؟ سو مخالفین کا یہ ملازمہ ہرگز درست نہیں۔

("إنباء الحيّ"، ص ٥٨،٥٩)

بلفظ دیگر: جو قرآنی علم اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رکھا وہ قطعاً و یقیناً "مبیّن" نہیں اور جو "مبیّن" نہیں وہ "ما کان وما یکون" میں داخل نہیں۔ ("إنباء الحيّ"، ص ٦٠) یونہی امور غیر متناہیہ بالفعل کا علم بطون قرآن میں داخل ہے لیکن "ما کان وما یکون" اور "علم الاولین والآخرین" کے مصداق سے خارج ہے۔

("إنباء الحيّ"، ص ٦٩)

(18) مخالفین کا زعم ہے کہ تکمیل قرآن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا مگر اس کا علم اس وقت بھی آپ پر مخفی تھا۔

اولاً یہ بات درست نہیں کہ وفات سے ایک یا اس سے زائد مہینہ پہلے وحی کا سلسلہ منقطع ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وصال تک وحی آتی رہی۔

ثانیاً یہ خبر واحد ظنی ہے اور نص قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً عدم بیان عدم علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ دلیل احتمالی ہے، اپنے مدعا یعنی عدم علم کیلئے متعین نہیں جبکہ ہماری نصوص عموم میں متعین ہیں۔

رابعاً یہ جواب تب تھے کے علم قیامت جملہ ما کان وما یکون میں بالجزم داخل ہو جبکہ ہم ہرگز اسکو بالجزم داخل نہیں مانتے لہذا ہمارے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

("إنباء الحيّ"، ص ٢٧٢)

فائدہ ۸۰: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال کی تحقیق کے بارے میں چار قول ہیں۔۲ ربیع الاول، عام محدثین کا مختار ۸ ربیع الاول ہے، جمہور کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول مشہور ہے اور تحقیقی قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۳ ربیع الاول کو ہوا۔

("إنباء الحيّ"، ص ٢٧٣)

(19) ﴿تبياناً لكُلِّ شيءٍ﴾ کو بعض مخالفین نے ظلام للعبید پر قیاس کرتے ہوئے مبالغہ کم پر محمول کر کے ہمارے استدلال کو باطل کرنے کی کوشش کی۔ ہمارا مدعا یہ ہے کہ قرآن عظیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر ہر موجود کا خوب واضح بیان ہے جس میں کسی طرح کا خفا نہیں۔ مخالفین کے موقف کا مفاد یہ ہوا کہ "قرآن کریم میں ایک بڑی تعداد میں مسائل مبینہ ہیں" یعنی انھوں نے صیغہ تبیان کا معنی یہ لیا کے اسکے متعلقات کثیر ہیں، نہ یہ کہ اسکی اپنی کیفیت میں مبالغہ ہے۔ اسکے جواب یہ ہیں:

۱۔ یہاں مبالغہ کم وکیف کی تقسیم مفید نہیں۔ اسلئے کہ تبیان کی اضافت ہر ہر فرد شیء کی طرف ہے تو حاصل معنی یہ ہوگا کہ ہر ہر حکم دینی (کما عند قائلي الخصوص) کیساتھ بیانات کثیرہ کا تعلق ہے جس سے ایضاح بالغ حاصل ہو ہی جائیگی اور یہی ہمارا مقصود ہے کہ ہم تبیان کا معنی: الوضوح الجلي الذي لا خفاء فيه کرتے ہیں اور یوں بھی حاصل ہو ہی جائیگا۔

۲۔ تبیانا لکل شیء، ظلام لکل من عبیدہ کی طرح ہے ظلام للعبید کی طرح نہیں لہذا یہ قیاس غلط ہوا اور اس پر مبنی حکم بھی غلط ٹھہرا کیونکہ یہ از قبیل بناء الغلط علی الغلط ہے۔

۳۔اگر یہاں مبالغہ کم مان لیا جائے تو ایک فساد بھی لازم آتا ہے وہ یہ کہ اللہ رب العزت پر افتراء لازم آیگا کہ اس نے قرآن مجید میں بار بار ہر حکم کو بتکرار اسلئے بیان کیا کہ ہر حکم کے بیان کو کثرت کمیت حاصل ہو جبکہ یہ بات شہادت عیان سے باطل ہے اور یہی تفسیر بالرای کہلاتی ہے جو شرعاً مذموم وقبیح ہے۔

("الفيوضات الملكية"، ص ٧٥؛ "إنباء الحيّ"، ص١٩)

خاتمہ

مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرتے ہوئے ہندوستان کے نابغہ روزگار محقق امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے قرآن کریم کی آیت مقدسہ:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: 89].

سے ثابت فرمایا کہ جملہ ماکان ومایکون کا علم قرآن کریم کے ذریعہ تدریجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتا رہا یہاں تک کہ علوم دنیا کی تکمیل نزول قرآن کے وقت ہوئی۔ یہی استدلال آپ کے موقف کی بنیاد و جڑ ہے۔ انھوں نے:

(۱) اس آیت مقدسہ کے عموم کو دس (۱۰) اصول کی روشنی میں پیش فرمایا اور پھر جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق بھی دکھایا۔

(۲) اس آیت کی روشنی میں علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود وتفصیلات کی نشاندہی فرمائی اور اپنے مدعا کو جامع مانع انداز میں پیش فرمایا۔

(۳) اس آیت مقدسہ پر کیے جانے والے مختلف اعتراضات کے جوابات عربی زبان میں نہایت تحقیق سے قلمبند فرمائے۔

(۴) اہل سنت کے بعض مفسرین جو قائلین خصوص ہیں ان کے شبہات کا قلع قمع کیا اور ان کے موقف کو لازم ہونے والے مفاسد اور وارد ہونے والے متعدد اعتراضات کی نشاندہی فرمائی۔

(۵) اس آیت کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع علم مبارک پر کیے جانے

والے اعتراضات کے پانچ مختلف جواب سکھائے، جو ہر طرح کے اعتراض کا جواب بن سکتے ہیں۔

(٦) اور "الدولة المكية" میں آیت:

﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً﴾ [النساء:113]

کی ایسی تقریر فرمائی جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی بعض جہتوں کی دائمی ترقی ثابت فرمائی جن کی تفصیل مقصد اوّل میں لکھی جا چکی ہے۔

ان ساری باتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے یہ بے نظیر عالم، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں کتنے گم تھے کہ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت وجلالت علمی پر انھوں نے علم کا ایک بیش بہا خزانہ اپنی تصنیفات اور تالیفات کی صورت میں لٹایا۔ "الدولة المكية" لکھی اس پر ایک عظیم حاشیہ "الفيوضات الملكية" کے نام سے سفر حجاز و ہندوستان میں قلمبند کیا پھر اسی کے ایک مقام کا حاشیہ لکھنے بیٹھے تو علوم قرآن پر مشتمل ایک مستند کتاب "إنباء الحيّ" کی صورت میں سامنے آگئی جس پر مزید تعلیقات بنام "حاسم المفترى على السيد البرى" تحریر فرمائی۔ اس سے یقیناً امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا خاص نظر کرم معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی آیت مقدسہ کی بنیاد پر ایسا جامع، مانع، پختہ مدعا لکھا کہ ساڑھے چار سو صفحات اسی کی تشریح وتحقیق وتنقیح میں "إنباء الحيّ" کی صورت میں ایک کتاب لکھ ڈالی اور وہ بھی ہم تک مکمل نہ پہنچ سکی جیسا کہ اس کے مسودہ کے آخری صفحے سے واضح ہے، اسلئے ممکن ہے کہ وہ مکمل نہ ہو سکی۔ قرآن مجید کی ایک ہی آیت مقدسہ کی تفسیر پر اتنی جامع تحریر لکھنا، جو بیک

وقت، علوم قرآن، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام، تاریخ، مناقب وفضائل، اصول، بلاغت وعربی گرائمر، علم عروض وقوافی کے بے شمار خزائن سے بھر پور ہو پھر معترضین کے محاسبوں اور شبہات کے ازالوں سے لبریز ہو صرف اس مقصد کیلئے کہ جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان علم ومقام علم پر ایک تاریخی وعلمی سند اُمت کے ہاتھ آئے صرف امام احمد رضا علیہ الرحمہ ہی کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عظیم جزاء عطا فرمائے اور ان کے علوم ومعارف سے ہمارے دلوں کو بھی نور علم ومعرفت عطا فرمائے۔

میں نے اپنی اس تحقیق کی بنیاد امام اہلسنت علیہ الرحمہ کے مدعا، استدلال اور تحقیقات کو ہی بنایا ہے اور اسی کے موافق تمام تر ابحاث تحریر کی ہیں۔ کوشش یہ کی ہے کہ ہر نکتہ علم وفن کی زبان میں ادا ہو اور موضوع پر موقع کی مناسبت سے تحقیق ہو۔ بعض ابحاث دیگر علمائے اہل سنت کی گرانقدر تحریرات سے حاصل کی ہیں اور کچھ تحقیقات مخصوص فنی حیثیت سے کی گئی ہیں جن میں تفصیل درکار تھی اسلئے کہ مقام ان کا تقاضا کرتا تھا اور وہ بھی میں نے افہام وتفہیم کے انداز میں پیش کی ہیں جو شاید کسی دوسرے مقام پر اتنی وضاحت سے میسر نہ ہوں یہ امید کرتے ہوئے کہ کسی طالب حق کو اسکا فائدہ ہو۔ اللہ ربّ العزت سے دعاء ہے کہ شان حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کیلئے اس سعی کو قبول فرما کر اسے مقبول خاص وعام بنائے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: "إنباء الحيّ" کا وہ حصہ جو شائع نہیں ہو سکا علوم خمسہ کی تحقیق پر مشتمل ہے اسلئے کہ اسی کے متعدد مقامات (ص ۴۶، ۴۷، ۴۸) پر امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس بات کو دوہرایا ہے کہ علم قیامت اور تفصیلات خمسہ کی بحث متن وشرح میں آئیگی مگر وہ

مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس "إنباء الحيّ" کا کامل نسخہ موجود ہو تو وہ ہم تک ضرور پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

بحمد اللہ تعالی فقیر محمد منور عتیق غفرلہ نے اس رسالہ کو بمقام ہری پور ضلع بھمبر آزاد کشمیر مخلصی ومحبی فی اللہ حافظ منظور احمد قادری دام ظلہ کے گھر شروع کیا، کچھ حصہ عاشق اعلیٰ حضرت جدّ امجد مفتی کشمیر حضرت مولانا فضل الہی چوراہی علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار کے قریب لکھا اور بقیہ حصہ یو کے اور پھر کراچی میں اقامت کے دوران مکمل کیا۔ والحمد للہ اولا و آخرا

تاریخ ۱۹ مئی ۲۰۱۳ء

munawwarateeq@gmail.com

Birmingham, England

جن مصادر سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے

القرآن الکریم

احمد نگری، عبد النبی — جامع العلوم الملقب بدستور العلماء

اعظمی، علامہ عبد المنان — فتاوی بحر العلوم

امجدی، علامہ شریف الحق — فتاوی شارح بخاری
نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری

برزنجی، سید احمد — رسالة فی علم النبی صلی الله علیه وسلم
غاية المامول

بیضاوی، القاضی — انوار التنزیل

جرجانی، میر سید — حاشية الكشاف

چشتی، علامہ پیر محمد — اصول تکفیر

خان، امام احمد رضا — الدولة المكية بالمادة الغيبية مع الفيوضات الملكية
انباء الحی ان کلامه المصون تبيان لكل شیء
ازاحة العيب بسيف الغيب
خالص الاعتقاد
انباء المصطفى بحال سر واخفى
فتاوی رضویہ

ملفوظات
حیات الموات فی بیان سماع الاموات
الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی
المعتمد المستند
انوار المنان فی توحید القرآن
القمع المبین لآمال المکذبین
سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح
الکوکبة الشہابیة
خان، مفتی نقی علی — اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد
رازی، امام فخر الدین — تفسیر کبیر
زمخشری، جار اللہ — تفسیر الکشاف
سعیدی، علامہ غلام رسول — مقام ولایت ونبوت
توضیح البیان
تفسیر تبیان القرآن
شامی، ابن عابدین — ردالمحتار
رسائل ابن عابدین
شاہ، سید پیر مہر علی — فتاوی مہریہ
عتیق، محمد منور — تقریظات علماء الشام القدیمة علی الدولة المکیة (بالعربیة)

	دفع الشبهات عن علم اعلم المخلوقات
	(انگریزی مقالہ)
عبدالغفور	شرح ملاعبدالغفور علی الفوائد الضیائیۃ
قادری، علامہ سید ابوالحسنات	تفسیر الحسنات
کاظمی، علامہ سید احمد سعید	مقالات
کتانی، امام محمد بن جعفر	جلاء القوب من الاصداء الغينية ببيان احاطته صلّى الله عليه وسلّم بالعلوم الكونية
کتانی، محمد زمزمی	رحلتان الى الهند
کتب فلسفہ و منطق	میر زاہد، ملاجلال، میر زاہد امور عامہ، ملاحسن، شرح تہذیب
لکھنوی، بحر العلوم عبدالعلی	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت
	حاشيه مير زاهد
مرادآبادی، سید محمد نعیم الدین	الكلمة العليا لاعلاء علم المصطفى صلّى الله عليه وسلّم
	فتاوی صدر الافاضل
نقشبندی، مولانا صالح	علم غیب

محققین مسئلہ وسعت علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دیگر اہم علمی مصادر

خان، امام احمد رضا	الصمصام
خان، مولانا حشمت علی	انوار غیب
رضا، مولانا حسان	مجاہدہ شیر بیشہ اہل سنت
عطاری، مولانا اشفاق	صحاح ستہ اور علم غیب
قادری، مفتی غلام سرور	مسئلہ علم غیب وتوسل
قادری، مفتی محمد خان	علم نبوی اور امور دنیا
لدھیانوی، قاضی فضل احمد	انوار آفتاب صداقت
نشتر، مولانا	علم غیب
نعیمی، مفتی احمد یار خان	جاء الحق [مع سعید الحق]